دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک پشاور
دارالعلوم حقانیہ
اکوڑہ خٹک کا علمی و دینی مجلہ
ماہنامہ
الحق
بیاد: شیخ الحدیث حضرۃ مولانا عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ بانی دارالعلوم حقانیہ
مدیر: مولانا سمیع الحق

مطبوعاتِ مؤتمر المصنفین

کتاب	نوعیت	مصنف	صفحات	قیمت
۱۔ حقائق السنن شرح جامع السنن للترمذی مجلد ترتیب و تحشیہ: مولانا عبدالقیوم حقانی	افادات	شیخ الحدیث مولانا عبدالحق	۵۳۶ صفحات	۱۲۵ روپے
۲۔ دعواتِ حق مکمل دو جلد (مجلد) ضبط و تحریر: مولانا سمیع الحق	//	// //	۱۱۹۲	۱۲۰ روپے
۳۔ قومی اسمبلی میں اسلام کا معرکہ مرتبہ: مولانا سمیع الحق	//	// //	۴۰۰	۴۵ روپے
۴۔ عبادات و عبدیت مرتبہ: مولانا سمیع الحق	//	// //	۸۸	۸ روپے
۵۔ مسئلہ خلافت و شہادت مرتبہ: مولانا سمیع الحق	//	// //	۱۰۴	۱۰ روپے
۶۔ صحبتے با اہلِ حق (مجلد) ضبط و ترتیب مولانا عبدالقیوم حقانی	//	// //	۴۰۸	۷۵ روپے
۷۔ اسلام اور عصرِ حاضر (مجلد)	تصنیف	مولانا سمیع الحق	۴۶۰	۹۰ روپے
۸۔ قرآنِ حکیم اور تعمیر اخلاق	//	// //	۹۶	۷ روپے
۹۔ کاروانِ آخرت مجلد		//	۴۴۶	۷۵ روپے
۱۰۔ شیخ الحدیث مولانا عبدالحق حیات و خدمات (خصوصی نمبر)	//	// //		
۱۱۔ قادیانیت اور ملتِ اسلامیہ کا موقف	//	// //	۲۰۸	۳۵ روپے
۱۲۔ قادیان سے اسرائیل تک	//	// //	۲۲۴	۳۵ روپے
۱۳۔ قومی اور ملی مسائل پر جمعیۃ کا موقف	//	// //	—	—
۱۴۔ میری علمی اور مطالعاتی زندگی مجلد	//	// //	—	—
۱۵۔ روسی الحاد	//	// //	۲۰۰	۴۵ روپے
۱۶۔ دفاعِ امام ابو حنیفہؒ (مجلد)	//	مولانا عبدالقیوم حقانی	۳۵۲	۶۰ روپے
۱۷۔ امامِ اعظم ابو حنیفہؒ کے حیرت انگیز واقعات (مجلد)	//	// //	۲۷۲	۵۶ روپے
۱۸۔ علماء احناف کے حیرت انگیز واقعات امام ابو یوسفؒ ۔ امام محمدؒ مجلد جلد دوم	//	// //	۲۷۲	۵۶ روپے

کتاب	نوعیت	مصنف	صفحات	قیمت
۱۹۔ اربابِ علم و کمال اور پیشۂ رزقِ حلال (مجلد)	تصنیف	مولانا عبدالقیوم حقانی	۲۳۲ صفحات	۵۶ روپے
۲۰۔ امامِ اعظمؒ کا نظریۂ انقلاب و سیاست	//	// //	۶۴	۷ روپے
۲۱۔ خطباتِ حقانی (جلد اول)	//	// //	۱۲۵	۱۸ روپے
۲۲۔ کتابت اور تدوینِ حدیث	//	// //	۴۸	۷ روپے
۲۳۔ عہدِ حاضر کا چیلنج اور امتِ مسلمہ کے فرائض (مجلد)	//	/ //	—	—
۲۴۔ مردِ مومن کا مقام اور ذمہ داریاں	//	//	--	۵ روپے
۲۵۔ ساعتے با اولیاء (مجلد)	//	/		—
۲۶۔ د امام اعظم حیرانکونکی واقعات (پشتو)	//	// //	- -	--
۲۷۔ کشکولِ معرفت	//	// //	۱۱۲	۲۴ روپے
۲۸۔ الحاوی علی مشکلات الطحاوی	//	شیخ الحدیث مولانا محمد زکریاؒ	۲۲۴	۳۵ روپے
۲۹۔ منہاج السنن شرح جامع السنن (عربی) چار جلد	//	شیخ الحدیث مفتی محمد فرید	--	۱۲۰ روپے
۳۰۔ برکۃ المغازی	//	شیخ الحدیث مولانا محمد حسن جان	—	- -
۳۱۔ اللہ کی پسندیدہ اور ناپسندیدہ باتیں	افادات	شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنیؒ	۲۴	۵ روپے
۳۲۔ ارشاداتِ حکیم الاسلامؒ	//	مولانا قاری محمد طیب قاسمیؒ	--	۷ روپے
۳۳۔ عقیقہ کی شرعی حیثیت	تصنیف	مولانا مفتی غلام الرحمن	۹۶	۱۳ روپے
۳۴۔ دارالعلوم حقانیہ سے جامعہ ازہر تک	//	// //	۱۴۴	۲۴ روپے
۳۵۔ دفاعِ ابو ہریرہؓ	//	// //	--	—
۳۶۔ افاداتِ حلیم	//	مولانا محمد ابراہیم فانی	۵۶	۶ روپے
۳۷۔ حیاتِ صدر المدرسین (مولانا عبدالحلیم زروبوی)	//	// //	۵۱۲	۱۲۰ روپے
۳۸۔ فضائل و مسائلِ جمعہ	/	مولانا امین الحق گستولی حقانی	۹۶	۲۴ روپے

مکمل سیٹ منگوانے پر خصوصی رعایت

مؤتمر المصنفین ○ دارالعلوم حقانیہ ○ اکوڑہ خٹک ○ پشاور

اے بی سی آڈٹ بیورو آف سرکولیشن کی مصدقہ اشاعت

جلد ۲۹
شمارہ ۶
رمضان ۱۴۱۴ھ
مارچ ۱۹۹۴ء

اکوڑہ خٹک

ماہنامہ الحق

بیاد
حضرۃ مولانا عبد الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ
مدیر معاون، عبد القیوم حقانی

مدیر
حضرۃ مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ العالی
ناظم ۔ شفیق فاروقی

فون نمبر ڈائریکٹ ڈائلنگ سسٹم
۳۴۰ / ۴۳۵
کوڈ نمبر ۔ ۰۵۲۳۹

اس شمارے کے مضامین

پاکستان میں سالانہ ۱۰۰/- روپے فی پرچہ ۱۰/- روپے بیرون ملک بحری ڈاک ۱۶/- پونڈ بیرون ملک ہوائی ڈاک ۲۲/- پونڈ

سمیع الحق استاذ دارالعلوم حقانیہ نے منظور عام پریس پشاور سے چھپوا کر دفتر ماہنامہ الحق دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک سے شائع کیا

۱۲ شوال سے جامعہ دارالعلوم حقانیہ کے لئے تعلیمی سال کے لیے داخلے شروع ہوئے تو چار روز میں دورۂ حدیث سمیت تمام درجات کے داخلے مکمل ہوگئے اب کے بار داخلہ کے خواہشمند طلبہ کی تعداد ہمیشہ سے سہ چند زائد تھی حضرت مہتمم صاحب مدظلہ کی ذاتی دلچسپی کے پیش نظر تمام درجات میں طلبہ معمول سے زیادہ لئے گئے داخلہ کے لیے کڑی شرائط اور سخت تحریری امتحانات کے باوصف صرف دورۂ حدیث میں پانچ سو کے قریب طلبہ کو داخلہ دیا گیا دارالحدیث کو اپنی وسعتوں کے باوجود تنگ دامنی کی شکایت رہی تو زیر تعمیر دارالحدیث کی تکمیل تک دورۂ حدیث کی کلاس کو جامع مسجد میں پڑھائے جانے کا فیصلہ کیا گیا درجۂ موقوف علیہ میں شرکاء کی کثرت کے پیش نظر سابق دارالحدیث کو درس گاہ بنا دیا گیا۔

۲۲ شوال دارالعلوم کے تعلیمی سال کی افتتاحی تقریب بھی جامع مسجد میں منعقد ہوئی دارالعلوم کے اکابر، اساتذہ و مشائخ قدیم و جدید طلبہ اور معززین نے شرکت کی شرکاء کی کثرت کی وجہ سے مسجد میں تل دھرنے کی جگہ نہ تھی شیخ الحدیث حضرت مولانا مفتی محمد فرید مدظلہ نے ترمذی شریف کا افتتاحی درس دیا دارالعلوم کے مہتمم حضرت مولانا سمیع الحق مدظلہ نے اس موقع پر مفصل اور روح پرور خطاب کیا جو اگلے شمارے میں الحق کے صفحات کی زینت بنے گا۔ دارالعلوم میں ان علمی اور روحانی بہاروں گلشن علوم نبوت کے ان سدا بہار ثمرات اور چمنستان شیخ عبدالحق کے پھولوں کی سرخ کلیوں میں یہ تازگی، دلفریب رنگینی و جاذبیت اور دل لبھانے والی سرخیاں کسی موسمی آب و ہوا کا نتیجہ نہیں بلکہ اس کے پس منظر میں شیخ الحدیث مولانا عبدالحق اور ان کے مخلص رفقاء کا خلوص و للہیت، شبانہ روز محنت، دعائیں، شب بیداریاں، ایثار و قربانی، تمام صلاحیتوں اور توانائیوں کا صرف اور اس گلشن کی ہر کیاری کو اپنے خون سے سینچنا ہے جو اب رنگ لا رہا ہے۔

دارالعلوم کے نئے تعلیمی سال کے آغاز کی مناسبت سے ہم یہاں مشہور عالم جریدہ ہفت روزہ تکبیر کے تازہ شمارہ کی ایک وقیع اور عظیم تاریخی شہادت پیش کر رہے ہیں جو انہوں نے دارالعلوم کے مہتمم حضرت مولانا سمیع الحق مدظلہ کا ایک مفصل انٹرویو نشر کرنے کے موقع پر شائع کی جس میں "اللہ اکبر، اللہ اکبر" کے عنوان

سے جامعہ دارالعلوم حقانیہ اور اس کے بانی مرحوم کے تاریخی کردار کا ایک معروضی، اچھوتا اور دلچسپ جائزہ لیا گیا ہے۔

اَللّٰہُ اَکْبَر اَللّٰہُ اَکْبَر

۱۹۴۷ء کے رمضان المبارک کا ذکر ہے۔ برصغیر کی عظیم درس گاہ، دارالعلوم دیوبند کے جواں سال اور جواں فکر مدرس، مولانا عبدالحق چھٹی گزارنے اکوڑہ خٹک کے قریب اپنے آبائی گاؤں تشریف لائے اور پھر ان کے لیے واپسی کے راستے بند ہو گئے، ۲۷ رمضان المبارک کو اسلامی جمہوریہ پاکستان کا سورج طلوع ہوا۔ نئی ہوائیں، نئی رتوں کی خوشبو لائیں اور اکوڑہ خٹک کے چھوٹے سے گاؤں میں بیٹھے مولانا عبدالحق نے محسوس کیا کہ بیت جانے والے موسموں کو خیرباد کہہ کر نئے عہد کے نئے تقاضوں کو خوش آمدید کہا جائے۔ ان کی نگاہِ دوربین نے دیکھ لیا تھا کہ برصغیر کے بطن سے پھوٹنے والی یہ نئی مملکت اپنی تخلیق میں وہ جوہر رکھتی ہے جو اسے نئے زمانوں کا نقیب بنا سکتا ہے۔ دیوبند کے جواں سال صاحبِ فکر معلم نے اپنے گاؤں کی چھوٹی سی مسجد میں ایک مکتب کی بنیاد ڈالی۔ انہوں نے ۲۲ ستمبر ۱۹۴۷ء کے دن گنتی کے چند بچوں کو پہلا درس دیا۔ کئی سال تک صحنِ مسجد ہی دانشگاہ بنا رہا۔ مولانا عبدالحق کے علم و عرفان کا شہرہ عام ہوا اور گرد و نواح سے بیسیوں طالب علم بھی یہاں پہنچنا شروع ہو گئے۔ مولانا کا گھر ہی ان کا ہاسٹل تھا، وہی اخراجات کے کفیل بھی تھے۔ مولانا کی والدہ، ان کی اہلیہ اور دیگر اہلِ خانہ خود ہی بیسیوں طلباء کے لیے کھانا پکاتے اور ان کی دیکھ بھال کرتے۔ کبھی چندے کے لیے ہاتھ نہیں پھیلایا۔ اہلِ خیر خود ان کی مخلصانہ کاوشوں کے اعجاز سے کھنچے آتے۔ یہاں تک کہ مدرسہ راولپنڈی سے پشاور جانے والی شاہراہ پر اسلام آباد سے کوئی ۱۲۰ کلومیٹر دور اکوڑہ خٹک کے مقام پر اپنی نو تعمیر مختصر سی عمارت میں منتقل ہو گیا۔

"جامعہ حقانیہ اکوڑہ خٹک" آج پاکستان ہی نہیں برصغیر پاک و ہند بلکہ عالم اسلام میں ایک معروف اور محترم نام ہے اور اسے "پاکستان کا دیوبند" کہا جاتا ہے۔ شیخ الحدیث مولانا عبدالحق کی فروزاں کی ہوئی شمع کا نور برصغیر جنوبی ایشیا کے طول و عرض میں پھیل چکا ہے۔ افغانستان کے دور دراز علاقوں سے آنے والے ہزاروں طلباء اسی سرچشمۂ علم و حکمت سے فیض یاب ہوئے۔ ایسے سات ہزار فاضلین کی مصدقہ فہرست جامعہ میں موجود ہے جو جہادِ افغانستان کے مختلف محاذوں پر اس صدی کے فرعون

سے نبرد آزما رہے۔ اکوڑہ خٹک کے فارغ التحصیل افغان طلباء کسی ایک تنظیم، کسی ایک جماعت اور کسی ایک گروہ تک محدود نہیں۔ اسلام کی لامحدود اور سارفع تعلیمات کی طرح ان کا افق بھی لامحدود ہے اور ان کی جراتوں کی داستانیں بھی محاذ در محاذ بکھری پڑی ہیں۔ مولوی محمد یونس خالص اور کمانڈر جلال الدین حقانی اسی مکتب کے فیض یافتہ ہیں۔

اکوڑہ خٹک کا چھوٹا سا قصبہ ہمیشہ حریت و آزادی کی راہ کا سنگِ میل رہا۔ برسوں قبل ریشمی رومال کی تحریک کے جنوں خیز سپاہی اسی کے حجروں میں دم لے کر گزرے تھے۔ شاہ اسماعیل شہیدؒ کے مجاہدین نے اسی مقام پر ایک ایمان پرور معرکہ لڑا تھا۔ شہیدوں کے لہو سے لالہ زار بن جانے والے میدان میں آج جامعہ حقانیہ کی عظیم عمارت کھڑی ہے۔ اس قصبے کی ہواؤں میں خوشحال خان خٹک کے جرأت آموز شعروں کی گونج، جری شہسواروں کے گھوڑوں کی ٹاپ، تلواروں کی جھنکار، نعروں کی بازگشت اور شہیدوں کے لہو کی مہک رچی بسی ہے۔

یہ مکتب کی کرامت سے بھی کہیں زیادہ ایک مردِ درویش کا فیضانِ نظر تھا جس نے آتش بجاں کہستانی افغانوں کو زندگی کا ہنر بھی سکھایا اور جان سے گزر جانے کا قرینہ بھی۔ مولانا عبدالحق عزیز جہاں بنتے چلے گئے۔ اکوڑہ خٹک اور گرد و نواح کے لیے ان کی ذات وجہ افتخار بھی ٹھہری اور باعثِ امتیاز بھی۔ ۱۹۷۰ء میں نیشنل عوامی پارٹی کے جنرل سیکرٹری اجمل خٹک اور پی پی پی کے رہنما نصراللہ خٹک کو شکست دے کر قومی اسمبلی میں پہنچے اور بھٹو کے "نقار خانے" میں اذان دیتے رہے۔ ۱۹۷۷ء میں پی پی پی طوفانِ بلا خیز بن چکی تھی۔ بڑے بڑے جہاں دیدہ لیڈر اس کے سامنے ڈھیر ہو گئے یا ڈھیر کر دیئے گئے۔ مولانا عبدالحق روایتی سیاستدان نہ تھے۔ وہ انتخابی گہماگہمی سے بہت دور اپنے مدرسے میں ہی گوشہ نشین رہتے۔ جلسے جلوس، نعرے، پوسٹر، تصویریں، بینرز یہ سب کچھ ان کی کتابِ سیاست سے خارج تھا۔ ان کا مقابلہ ایک بار پھر پی پی پی کے نصراللہ خٹک سے آ پڑا تھا جو اب سرحد کے وزیر اعلیٰ بھی تھے۔ انہوں نے سرکار کی چھتری تان کر طوفانی مہم چلائی لیکن اس درویش خدامست کے سامنے ان کا چراغ نہ جل سکا۔ اپنی شکست پر بہترین تبصرہ خود نصراللہ خٹک ہی کا تھا ...... "میں کیا کرتا؟ میرا مقابلہ تو ایک "پیغمبر" سے آن پڑا تھا"۔ شیخ الحدیث ۱۹۸۵ء میں تیسری مرتبہ قومی اسمبلی کے ایوان میں پہنچے۔ شریعتِ محمدی کے نفاذ کے لیے مولانا کی آواز توانا بھی تھی اور پرسوز بھی۔ اسی احساسِ مشترک کے طفیل ان کے اور صدر ضیاء الحق شہید کے درمیان باہمی اعتماد و احترام کا گہرا تعلق قائم رہا۔ ۱۷ اگست ۱۹۸۸ء کو سانحۂ بہاولپور پیش آیا۔ ۲۱ دن بعد، ۷ ستمبر ۱۹۸۸ء کو یہ بطلِ جلیل بھی اس دنیا سے رخصت ہو گیا۔

آج ۲۳ ستمبر، ۹۴ء۱۹ دارالعلوم حقانیہ کئی منزلیں سر کر چکا ہے۔ یہاں زیرِ تعلیم ملکی وغیر ملکی طلباء کی تعداد دو ہزار سے زائد ہے۔ تعلیم القرآن حقانیہ ہائی اسکول میں ایک ہزار کے لگ بھگ بچے پڑھ رہے ہیں۔ اس ادارے کا سنگِ بنیاد ۱۹۴۷ء میں مولانا سید حسین احمد مدنی نے رکھا تھا۔ طلباء کے قیام و طعام کے لیے دس ہاسٹل چلائے جا رہے ہیں۔ ایک عظیم الشان مسجد تعمیر کی گئی ہے جس کی بنیاد شیخ الحدیث مولانا عبدالحق مولانا عبدالغفور عباسی مہاجر مدنی، مولانا احمد علی لاہوری، مولانا قاری محمد طیب (مہتمم دارالعلوم دیوبند) اور مولانا محمد عبداللہ درخواستی جیسے اکابرین نے رکھی تھی۔ ایک وسیع لائبریری ادارۃ العلم والتحقیق، شعبہ دعوت و تبلیغ، موتمر المصنفین، ماہنامہ الحق، شعبہ افتاء، شعبۂ حفظ قرآن و تجوید اور شعبۂ علوم دینیہ عربیہ، جامعہ کے اہم شعبے ہیں۔ تقریباً چار کروڑ روپے کی لاگت سے ایک عظیم الشان آڈیٹوریم، اساتذہ کی کالونی اور طلباء کی اقامت گاہیں زیرِ تعمیر ہیں جن کا بیشتر کام مکمل ہو چکا ہے۔

شیخ الحدیث مولانا عبدالحق مرحوم کے صاحبزادے مولانا سمیع الحق جامعہ کے مہتمم اعلیٰ ہیں۔ ان کے ہمراہ میں دیر تک دارالعلوم کے مختلف شعبے دیکھتا رہا۔ مولانا مجھے ایک اقامت گاہ میں لے گئے جہاں دمکتی پیشانیوں اور دہکتے چہروں والے نوخیز اور نوعمر لڑکوں نے ہمارا استقبال کیا۔ مولانا نے بتلایا کہ سو کے لگ بھگ یہ بچے وسطِ ایشیا کی ان ریاستوں سے آئے ہیں جو روسی چنگل سے آزاد ہوئی ہیں۔ مجھے ان بچوں کی آنکھوں میں آنے والے کتنے ہی خوش رنگ موسموں کی شمعیں فروزاں دکھائی دیں۔

کئی سال قبل جب شیخ الحدیث مولانا عبدالحق مرحوم انہی کمروں میں بخاری شریف کا درس دیا کرتے تھے تو شاید انہوں نے کبھی یہ نہ سوچا ہو کہ ان کے سامنے بیٹھے طلباء ایک دن اپنے لہو سے اس صدی کے سب سے بڑے جہاد کی آبیاری کریں گے اور روس کو ایسی عبرتناک شکست دیں گے کہ سمرقند بخارا کی زنجیریں بھی کٹ جائیں گی۔ آج امام ابو عبداللہ محمد بن اسماعیل بخاریؒ کے وطن سے آئے ہوئے نوجوان اکوڑہ خٹک سے کسبِ فیض کر رہے ہیں اور تاریخ دم سادھے زمانوں کے الٹ پھیر کا مشاہدہ کر رہی ہے۔

میرا جی چاہا کہ میں مولانا سمیع الحق سے کہوں کہ وہ عہدِ حاضر کی بے یا ناختہ سیاست کو تماشا گروں اور تماش بینوں کے رحم و کرم پر چھوڑ دیں اور ساری توجہ، سارا وقت اپنے عظیم والد کی اس گرانمایہ میراث کو دیں، جو تقدیریں پلٹ دینے کی صلاحیت رکھتی ہے۔ سیاست کے شجرِ بے ثمر کی آبیاری کرنے کے بجائے اس درخت کو اپنی توانائیوں سے سینچیں جس کی چھاؤں بہت گھنی اور جس کا ثمر بے حد شیریں ہے۔ میں مولانا سے کچھ بھی نہ کہہ سکا لیکن میرے ذہن کے نگارخانے میں رنگا رنگ منظر ابھرتے رہے

ڈوبتے رہے ...... سرنگاپٹم، ۱۸۵۷ء کے خونیں مناظر، ریشمی رومال، بالاکوٹ، واہگہ کی سرحد پر لہو میں نہائے کارواں، افغانستان کے کوہ و بیاباں میں سربکف مجاہدین، موجِ نیل بن جانے والی دریائے آمو کی لہریں، ان لہروں میں غرق ہوتی ایک فرعونی قوت سمرقند و بخارا کی مسجدوں کے بلند مینار اور ان میناروں سے قوس قزح بن کر ابھرتی اذانوں کے مشکبو گونج ....

اللہ اکبر، اللہ اکبر! ہفتہ روزہ تکبیر ۱۰/فروری ۱۹۹۴ء

مولانا شہاب الدین ندوی

اسلامی شریعت کی معقولیت و سدابہاری

(۲)

اسی طرح خود موجودہ ترقی یافتہ مغربی ممالک بھی جو عیسائی مذہب کے پیروکار ہیں اور جن کے یہاں طلاق کسی بھی صورت میں جائز نہیں تھی بلکہ ان کا عقیدہ و تصور یہ تھا کہ جس کو خدا نے باندھا ہے اسے کوئی توڑ نہیں سکتا، عصرِ جدید میں طلاق کو نہ صرف جائز قرار دے دیا بلکہ اب وہاں پر طلاق کی وبا ایک طاعون کی طرح پھیل گئی ہے۔ چنانچہ کینیڈا میں ۱۹۶۸ء میں انگلینڈ میں ۱۹۶۹ء میں اور اٹلی میں ۱۹۷۰ء میں طلاق کے قانون کو منظوری دی گئی۔

(انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا: ۴/ ۱۰۰۳)

چنانچہ ایک رپورٹ کے مطابق اٹلی میں یہ قانون منظور ہوتے ہی دس لاکھ لوگوں نے طلاق کی درخواست دے دی۔ اور امریکہ میں ۱۹۷۶ء میں صرف ایک سال کے عرصہ میں، بارہ لاکھ لوگوں نے طلاق حاصل کی اور اب حال یہ ہے کہ وہاں پر ہر دو نکاحوں میں سے ایک کا نتیجہ طلاق نکلتا ہے اور اس طرح وہاں کا خاندانی نظام چوپٹ ہوگیا ہے۔

(ملاحظہ ہو امریکی مصنف ڈائر DYER کی کتاب "کورٹ شپ، میرج اینڈ فیملی ص ۲۳۲")

ان ہولناک اعداد و شمار کے مقابلے میں مسلم ممالک اور مسلم معاشرہ میں ہونے والے اِکّا دُکّا واقعاتِ طلاق کی کوئی اہمیت ہی نہیں ہے۔ مگر مسلم معاشرہ میں جب کبھی اس قسم کا کوئی واقعہ ہوتا ہے تو آسمان سر پر اٹھا لیا جاتا ہے گویا کہ کوئی بہت بڑی قیامت آگئی ہو۔ واقعہ یہ ہے کہ موجودہ متمدن اور صنعتی دور نے ایسے مسائل پیدا کر دیئے ہیں جن کی بنا پر میاں بیوی کے تعلقات میں بہت زیادہ بگاڑ آگیا ہے اور وہ ایک دوسرے سے الگ ہوتے پر مجبور ہو گئے ہیں۔ اور آج یہ رجحان ان ممالک میں سب سے زیادہ نظر آرہا ہے جو خود کو ترقی یافتہ کہتے ہیں۔ چنانچہ انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا کے الفاظ ہیں۔

DIVORCE INCREASINGLY ACCEPTABLE IN THE INDUSTRIALIZE PARTS OF THE WORLD (VOL. III P. 586)

یعنی طلاق کا رجحان دنیا کے صنعتی علاقوں میں تیزی سے بڑھ رہا ہے۔

اس اعتبار سے دیکھا جائے تو صاف نظر آئے گا کہ قانون طلاق دورِ ظلمت یا دورِ جہالت کی نشانی نہیں بلکہ موجودہ ترقی یافتہ دور کی ایک اہم ترین معاشرتی ضرورت ہے۔ چنانچہ اس کا لاکھ انکار کیا جائے اور اسے

لاکھ برا بھلا کہا جائے وہ ایک تلخ ترین حقیقت ہے جسے اپنائے بغیر چارہ نہیں ہے ۔ بالفاظ دیگر یہ وہ خلائی قانون ہے جسے انسان زیادہ دیر تک ٹھکرا نہیں سکتا بلکہ چار و ناچار اسے قبول کرنا ہی پڑتا ہے ۔

تعدّد ازدواج کی طرف رجوع

اسی طرح تعدّد ازدواج (POLYGAMY) کا بھی معاملہ ہے چنانچہ اسلام نے بعض تمدنی و معاشرتی ضروریات کے تحت مرد کو چند شرائط کے ساتھ ایک سے زیادہ شادیاں کرنے کی اجازت دی ہے ۔ مگر جو قومیں قانونی اعتبار سے اس کی اجازت دینے کے لیے تیار نہیں وہ ناجائز تعلقات یعنی زناکاری کا دروازہ کھولتی ہیں ۔ اور ایسی قوموں کو غیر قانونی طور پر بہت سی داشتائیں رکھنے پر کوئی اعتراض نہیں ہے اور وہ اسے حقوقِ نسواں کے خلاف بھی نہیں سمجھتیں ۔ کیا یہ ایک عجیب بات نہیں ہے ؟ واقعہ یہ ہے کہ مغربی قومیں تعدّد ازدواج کا انکار کرتے ہوئے بھی عملاً اس پر عامل نظر آرہی ہیں ۔ کیا یہ فکر و عمل کا کھلا ہوا تضاد نہیں ہے ؟ ایک عورت کی توہین اس سے بڑھ کر اور کیا ہوسکتی ہے کہ چند دن اس سے لطف اندوز ہونے کے بعد اسے ایک مسلی ہوئی کلی کی طرح پھینک دیا جائے ؟ وہ بیچاری نہ اِدھر کی رہتی ہے نہ اُدھر کی ۔ اس سے یہی بہتر ہے کہ قانونی طور پر مرد کو ایک سے زیادہ شادیاں کرنے کی اجازت دے دی جائے ۔ اس مسئلہ کا ایک اور افسوس ناک پہلو یہ ہے کہ حرامکاری کی اس زد میں آنے والے ہزاروں لاکھوں بچے سڑکوں پر مارے مارے پھر رہے ہیں جن میں مجرمانہ ذہنیت پروان چڑھ رہی ہے ۔ اور مغربی ممالک میں جرائم کی جو وبا پھیل گئی ہے اس کا ایک بہت بڑا سبب یہی آوارہ بچے ہیں جن کا کوئی پرسانِ حال نہیں ہے ۔ زناکاری خاندانی نظام کے منافی ہے جس کے نتائج جلد یا بدیر بھگتنے ہی پڑتے ہیں ۔ اور یہ سارے نتائج کلیسا (چرچ) کی افراط و تفریط کی وجہ سے پیدا ہوئے ہیں ۔

حاصل یہ کہ آج مغربی ملکوں میں تعدّد ازدواج قانوناً ممنوع ہونے کے باعث حرامکاری اور اباحیت پسندی اتنی بڑھ گئی ہے کہ وہاں کے دانشور پریشان ہیں اور اب مجبوراً تعدّد ازدواج کے جواز میں آوازیں اُٹھ رہی ہیں ۔ ظاہر ہے کہ انسان خدائی قوانین سے بغاوت کرکے کوئی صالح معاشرہ تشکیل نہیں دے سکتا ۔ بلکہ اس کے مضر نتائج سے ضرور دوچار ہونا پڑتا ہے ۔ اسلامی شریعت کی معقولیت و برتری کی اس سے بڑی دلیل اور کیا ہوسکتی ہے کہ انسان کسی بھی حال میں ان ربانی ضوابط سے مستغنی نہیں ہوسکتا ۔ بلکہ ربانی ضوابط سے اعراض کی اسے بہت بڑی قیمت ادا کرنی پڑتی ہے ۔ پھر بعد از خرابی بسیار اضطراری طور پر اسے اس چشمۂ صافی کی طرف لوٹنا ہی پڑتا ہے ۔ حقیقت یہ ہے کہ جس طرح خالقِ ارض و سما کی تخلیقات میں کوئی عیب نہیں ہے ، اسی طرح اس کے عطا کیے ہوئے شرعی ضوابط میں بھی کسی قسم کا نقص نہیں ہے بلکہ ان دونوں کا سرچشمہ ایک ہی ہے ۔

اسلامی قانون آسان و معتدل

اس سلسلے میں یہ حقیقت بھی پیش نظر رہنی چاہیئے کہ غیر قوموں کے قوانین چونکہ ان کے اپنے صحیفوں اور شاستروں کی رو سے نہایت درجہ سخت اور پیچیدہ رہے ہیں اس لیے ان میں تبدیلیاں کی جارہی ہیں اور آسان پہلوؤں کو تلاش کیا جارہا ہے۔ مگر اس کے برعکس اسلامی قانون چونکہ اپنے پہلے ہی دن سے نہایت درجہ آسان ضوابط پر مشتمل ہے اس لیے اس میں تبدیلی کی ضرورت نہیں ہے۔ چنانچہ اس سلسلے میں خود قرآن حکیم اس اصول کی وضاحت اس طرح کرتا ہے۔

يُرِيدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيدُ بِكُمُ الْعُسْرَ : اللہ تمھارے ساتھ آسانی چاہتا ہے۔ تنگی نہیں چاہتا۔ (بقرہ ۱۸۵)

وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّينِ مِنْ حَرَجٍ : اس نے دین میں تم پر کسی طرح کی سختی نہیں کی (حج ۷۸)

اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ : اللہ یقیناً اعتدال اور بھلائی کا حکم کرتا ہے۔ (نحل ۹۰)

اسی وجہ سے اسلام کو دین فطرت بھی کہا جاتا ہے۔ یعنی اس کے تمام احکام و قوانین فطری اور معتدل ہیں اور ان میں کسی قسم کی افراط و تفریط نہیں ہے۔

الغرض اسلام فطری اور سادہ ضوابط پر مشتمل ایک آسان دین ہے جسے دین رحمت بھی کہا جا سکتا ہے۔ چنانچہ اس کے تمام احکام حد درجہ سادہ اور معتدل و متوازن ہونے کے ساتھ ساتھ نہایت درجہ معقول اور حکیمانہ بھی ہیں، جن پر عمل کرکے انسانی معاشرہ ابدی سعادتوں سے متمتع ہو سکتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ غیر قومیں چاروناچار باشعوری و غیر شعوری طور پر اسلام کے آسان اور فطری ضوابط کی طرف رجوع کر رہی ہیں۔ مگر اس کے باوجود یہ بھی ایک حیرت انگیز روش ہے کہ مستشرقانہ ذہنیت رکھنے والے افراد محض اسلام دشمنی کی خاطر اس فطری اور بے عیب قانون کو بدنام کرنے پر تلے ہوئے ہیں۔ اور اسلام کے بعض نادان دوست ان کی ہاں میں ہاں ملا کر اسلامی قانون کو مشکل اور پیچیدہ بنا دینا چاہتے ہیں۔ اور یہ سارا کھیل عورتوں کے حقوق کے نام پر کھیلا جارہا ہے۔ گویا کہ فرقہ پرستوں کو مسلمان عورت سے بڑی ہمدردی ہے۔

تاریخ کا ایک انوکھا واقعہ

موجودہ دور کا ایک حیرت انگیز واقعہ ملاحظہ ہو کہ جن جن قوموں کا عائلی قانون (FAMILY LAW) مشکل و پیچیدہ تھا وہ اُسے سہل اور آسان بنانے اور نئے صنعتی دور کے مسائل حل کرنے کی غرض سے اسلامی قانون کی طرف رجوع کر رہی ہیں تو دوسری طرف یہی قومیں اسلام کی عظمت و برتری کا اعتراف کرنے اور اس کی ممنوں ہونے

کے بجائے الٹا اسے بدنام کرتے ہوئے اس پر طرح طرح کے غلط الزامات عائد کر رہی ہیں اور کبھی یکساں سول کوڈ کی بات کرتی ہیں۔ شاید انہیں اسلامی قانون کی آسانی ایک آنکھ نہیں بھاتی۔ لہٰذا وہ محض حسد اور کینہ توزی کی بناء پر اسے مشکل اور اپنے قوانین کو کچھ آسان کر کے حساب برابر کر دینا چاہتی ہیں تاکہ بدلیں تو دونوں یکساں بدل جائیں اور اسلامی قانون کی برتری باقی نہ رہے۔ شاید یکساں سول کوڈ کی تحریک کے پیچھے یہی ذہن کام کر رہا ہوگا۔ یا یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اسلامی قانون کی طرف مزید پیش رفت اس طرح کرنے کا ارادہ ہو کہ انہیں اسلام کا شکریہ ادا کرنے کی نوبت نہ آسکے۔ ظاہر ہے کہ یہ تاریخ عالم کا ایک انوکھا اور عجیب وغریب واقعہ ہے۔

بہرحال موجودہ ترقی یافتہ قوموں کا اسلامی قانون کی طرف رجوع کرنا یہ ثابت کرتا ہے کہ وہ ایک ترقی یافتہ قانون ہے۔ ظاہر ہے کہ جو قانون موجودہ ترقی یافتہ دور کی رہنمائی کرنے والا ہو بلا شبہ ترقی یافتہ کہلائے گا۔ اور اس کا انکار ایک حقیقتِ واقعہ کا انکار ہے۔ اس اعتبار سے موجودہ متمدن قومیں اپنی زبان وقلم سے اسلامی احکام کی لاکھ مذمت کریں اور انہیں دورِ وحشت کی یادگار قرار دینے میں کتنے ہی پینترے کیوں نہ بدلیں مگر ان کا عمل یہ ثابت کر رہا ہے کہ اسلامی قانون ایک معقول اور برتر ضابطۂ حیات ہے۔ چنانچہ اس صورتِ حال پر " جادو وہ جو سر چڑھ کر بولے " والی کہاوت صادق آتی ہے۔ غرض سے

نورِ خدا ہے کفر کی حرکت پہ خندہ زن پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا۔

اسلام ایک کامل ضابطۂ حیات

خلاصۂ بحث یہ کہ اسلام ایک جامع اور کامل دستور العمل ہے، جس میں عقائد و عبادات اور معاملات زندگی کے تمام اصول وضوابط اپنے روزِ اوّل ہی میں یکبارگی اس طرح پیش کر دیئے گئے ہیں کہ چودہ سو سال گزر جانے کے باوجود ان کی کاملیت اور تروتازگی میں کوئی فرق نہیں آیا۔ اسی بناء پر دنیا کے بعض بڑے بڑے اور مشہور دانشور اسلامی تعلیمات کی جامعیت وکاملیت پر انگشت بدنداں ہیں۔ ظاہر ہے کہ اگر یہ کسی انسان کے بنائے ہوئے ضوابط ہوتے تو وہ لیل ونہار کی گردش کے باعث کبھی کے از کار رفتہ ہو جاتے۔ جب کہ اس عرصہ میں دیگر مذاہب کا حلیہ ہی بگڑ کر رہ گیا ہے۔ مگر اتنی صدیاں گزر جانے کے باوجود ان کی جدت اور تب وتاب میں کوئی فرق نہ آنا بلکہ اقوام عالم کا ان کی طرف اضطراری طور پر رجوع کرنا، ظاہر کرتا ہے کہ وہ کسی انسان کے بنائے ہوئے قوانین نہیں بلکہ اس برتر وبابرکت ہستی کی طرف سے نازل شدہ ضوابط ہیں جس نے زمین وآسمان اور آفتاب وماہتاب کی تخلیق کی ہے اور تمام مادی اشیاء کو ایک نفیس وبے عیب ضابطہ کا پابند بنایا ہے۔ لہٰذا انسان کی سعادت وخوش بختی اسی میں ہے کہ وہ اپنے اس مالکِ حقیقی کے حضور میں اپنا سرِ نیاز جھکا کر اپنی عبدیت اور عجز وانکساری کا اظہار کرے، نہ کہ اس کا انکار کر کے

اس کے پاک و مقدس قوانین کا مذاق اڑائے۔ ورنہ اسے اپنے انجام بد سے ضرور دوچار ہونا پڑے گا۔

اسلامک لاکونسل کے اغراض ومقاصد

واقعہ یہ ہے کہ آج اسلامی دین و شریعت پر چاروں طرف سے حملے ہو رہے ہیں اور اسلامی قانون کو بدنام کرنے کی غرض سے اس پر طرح طرح کے بے بنیاد الزامات عائد کیے جا رہے ہیں، جو اس ملک میں فرقہ پرستوں اور سیاست دانوں کی ایک سوچی سمجھی سازش ہے۔ اور اس سلسلے میں نیشنل میڈیا کا رول انتہائی زہریلا اور مخاصمانہ ہے۔ مگر سب سے زیادہ عجیب وغریب رویہ ہمارے بعض کرمفرماؤں کا ہے جو اس نازک موقع پر گمراہ کن تحریکوں کے ساتھ گٹھ جوڑ کرکے ملت فروشی کا فریضہ انجام دے رہے ہیں۔ لہٰذا ہمیں ان تمام لادینی تحریکوں اور مار آستینوں سے ہوشیار رہ کر ملت کی تعمیر نو کا فریضہ انجام دینا ہے۔ چنانچہ اس سلسلے میں اسلامک لاکونسل کے پیش نظر اس وقت جو سب سے بڑا منصوبہ ہے وہ یہ ہے کہ اسلامی قانون کے بارے میں جو غلط فہمیاں اور جو شکوک وشبہات پائے جاتے ہیں انہیں معقول ومدلل طور پر دور کرکے اس کی عظمت وبرتری ثابت کی جائے اور خاص کر انگریزی زبان میں چھوٹے چھوٹے کتابچے اور پمفلٹ وغیرہ شائع کرکے انہیں زیادہ سے زیادہ لوگوں اور بالخصوص غیر مسلموں تک پہنچایا جائے تاکہ نیشنل میڈیا کے ذریعہ پھیلائے گئے پروپگنڈے اور زہر کا علاج ہو سکے اور اسلامی قانون پر شبخون مارنے والوں کو روکا جا سکے۔

غرض آج ضرورت ہے کہ اسلامی قانون پر نئے سرے سے کام کیا جائے اور زمانے کے مزاج کے پیش نظر نئے انداز کا تحقیقی لٹریچر تیار کیا جائے۔ تاکہ ہم اس ملک میں ایک نئی تاریخ اور ایک نئے باب کا آغاز کرسکیں۔ مگر یہ عظیم کام اس وقت تک پورا نہیں ہو سکتا جب تک کہ ہماری ملت کے تمام طبقات آپسی اختلافات اور قابتوں کو فراموش کرکے مل کر کام نہ کریں اور باہمی تعاون کے ساتھ برادران وطن کے سامنے اسلام کی صحیح اور صاف تصویر پیش کرکے انہیں اسلامی سرچشمۂ حیات سے قریب ترکر دیں۔ تاکہ جس کو جینا ہو وہ دلیل دیکھ کر جیئے اور جسے مرنا ہو وہ دلیل دیکھ کر مرجائے۔ اسی غرض سے آج کا یہ کنونشن بلایا گیا ہے۔ تاکہ علماء ووکلاء اور صحافی ودانشور تمام حضرات مل جل کر کام کریں اور ایک متحدہ لائحہ عمل تیار کرکے اس عظیم کام کو آگے بڑھائیں۔ چنانچہ۔ ارشادِ باری ہے۔

وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيعًا وَلَا تَفَرَّقُوا: تم سب اللہ کی رسی کو مضبوط پکڑے رہو اور آپس میں تفرقہ مت پیدا کرو (آل عمران: ۱۰۳)

آخری بات

مجھے امید ہے کہ دیارِ ہند میں ملّت اسلامیہ کے احیاء اور چراغ شریعت کی تب وتاب کو قائم رکھنے کی خاطر آپ تمام حضرات کا تعاون اسلامک لاکونسل کو حاصل رہے گا۔ اگر تمام مسلمان متفق و متحد ہو کر کام کریں تو وقت کے دھارے کو موڑا جا سکتا ہے۔ کیونکہ یہ خداوند قدوس کا آخری دین اور آخری شریعت ہے جسے اس نے تمام ادیان پر غالب کرنے کا وعدہ کیا ہے۔ اگر ہمیں زندہ رہنا ہے تو زندہ قوموں کی طرح جینا ہوگا۔ غرض ہمیں اپنی قومی و ملّی زندگی کی بقا کے لیے بہت کچھ کرنا ہے اور اپنی تقدیر خود بنانی ہے۔ اگر ہم اپنی مدد آپ نہیں کرتے تو پھر کوئی دوسرا ہماری مدد نہیں کرے گا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ اس سلسلے میں صاف صاف فرماتا ہے۔

اِنَّ اللّٰہَ لَا یُغَیِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِہِمْ : اللہ کسی قوم کی حالت کو اس وقت تک نہیں بدلتا جب تک کہ وہ اپنی حالت کو خود نہ بدلیں (رعد ۱۱)

اسی حقیقت کو شاعر مشرق علامہ اقبالؒ نے اس طرح بیان کیا ہے ؎

خدا نے آج تک اس قوم کی حالت نہیں بدلی
نہ ہو جس کو خیال آپ اپنی حالت کے بدلنے کا

قارئین سے گذارش

ماہنامہ الحق اپنے پروردگار کے فضل و کرم اور اپنے مخلصین کی سرپرستی و تعاون سے بحمد اللہ ۲۹ سال سے علم دین اور ملک و ملت کی مقدور بھر خدمت کر رہا ہے پرچے کا بنیادی مقصد دعوت دین، اور اعلاء کلمۃ اللہ ہے خالص تبلیغی اور دینی نقطہ نظر سے ہماری یہ امکانی کوشش رہی ہے کہ پرچہ کی طباعت عمدہ اور معیاری ہو مگر مسلسل منہگائی اور غیر ملکی شرح ڈاک میں دوبارہ اضافوں کی صورتِ حال کے پیش نظر مجبوراً الحق کے سالانہ بدل اشتراک میں جنوری ۱۹۹۴ء سے معمولی سا اضافہ کر کے سالانہ چندہ ۱۰۰ روپے کیا جا رہا ہے امید ہے کہ جملہ قارئین ادارہ کی مشکلات کے پیش نظر اپنا تعاون حسب سابق جاری رکھیں گے۔ البتہ جن قارئین کا سالانہ بدل اشتراک موصول ہو چکا ہے ان سے سالانہ بدل اشتراک کے اختتام تک کوئی اضافی رقم نہیں لی جائے گی۔

بیرون ملک قارئین کے لیے سالانہ بدل اشتراک بذریعہ ہوائی جہاز ۲۵ امریکی ڈالر ہیں۔ (ادارہ)

ابوبکر الجصاص اور احکام القرآن

ڈاکٹر محمد اکرم

ہم نے مجلہ فکر و نظر کے شمارہ (ستمبر۔ اکتوبر ۱۹۸۷ء) میں جناب مولانا محمد میاں صدیقی صاحب کے مقابلہ "ہدایہ اور صاحب ہدایہ" کے تعارف کے سلسلے میں لکھا تھا کہ "ہمارے اسلاف نے جس محنت، لگن اور تحقیق، تفحص سے علم کی خدمت کی اور خاص طور پر علوم شرعیہ میں جس جرسی کی انتہا پر قدم رکھا وہ مسلمانوں کی تاریخ کا قابل فخر باب ہے۔ ان کی کتب کمیت و کیفیت دونوں اعتبار سے معرکۃ الآراء ہیں، ہماری بدقسمتی کہ آج ہم ان سے پوری طرح متعارف نہیں ہیں۔ ہماری خواہش ہے کہ ہم "فکر و نظر" کے ہر شمارے کے چند صفحات کسی ایک علمی و تحقیقی کتاب کے تعارف کے لیے وقف کر دیں۔ . . . . ہم یہ سلسلہ جاری رکھنا چاہتے ہیں۔ اس لیے اپنے علمی معاونین سے معاونت کے خواستگار ہیں۔ اس گذارش کی طباعت ثانی سے مقصود یاد دھانی ہے۔ ہم اہل علم و فضل کے تعاون سے ہی یہ کام سرانجام دے سکیں گے۔

الجصاص کے حالات زندگی

الجصاص چوتھی صدی ہجری میں پیدا ہوئے۔ (وہ چوتھی ہجری جس میں سیاسی بے قاعدگیاں عروج پر تھیں اور جس میں اختلافات مابین سنی اور شیعہ بہت حد تک وسیع تھے۔) آپ کا مکمل نام احمد بن علی ابوبکر الرازی الحنفی الشہیر بالجصاص ہے۔ آپ ۳۰۵ھ میں پیدا ہوئے۔ آپ کو الرازی اس لیے کہا جاتا ہے کہ آپ فارس کے شہر "رے" میں پیدا ہوئے۔ (۱) بعض علماء نے آپ کی جائے پیدائش بغداد بتائی ہے۔ (۲) لیکن ہمیں اس نظریہ سے اتفاق نہیں ہے۔ کیونکہ بے شمار ذرائع سے پتہ چلا ہے کہ الجصاص بغداد میں ۳۲۴ھ میں تشریف لائے۔ اس بیان کی تائید میں مندرجہ ذیل اقتباسات ملاحظہ ہوں۔ عمر رضا کہتے ہیں۔ "الجصاص جو کہ حنفی اصولی تھے نوجوانی کے عالم میں بغداد تشریف لائے"۔ (۳) اسی طرح خطیب بغدادی کہتے ہیں کہ جصاص بغداد میں اس وقت تشریف لائے جب کہ وہ نوجوان تھے۔ یہاں آ کر وہ ابوالحسن الکرخی کے حلقہ درس میں شامل ہو گئے (۴)

لفظ الجصاص کی تشریح کرتے ہوئے علامہ السمعانی رقمطراز ہیں کہ "جص کے معنی ہیں چونا کرنا اور جصاص وہ ہوتا ہے۔ جو چونا کرے یا قلعی کا کام کرے۔ (۵) یہ امر بھی قابل ذکر ہے کہ بعض آئمہ نے جصاص اور رازی کو دو مختلف شخصیتیں سمجھا ہے۔ اس پر ابن قطلوبغا نے خبردار کیا ہے کہ جو لوگ جصاص اور رازی کو دو مختلف شخصیات تصور کرتے ہیں

وہ غلطی پر ہیں۔ دراصل وہ ایک ہی شخصیت تھے۔(۶)

ابوبکر الجصاص ۳۰۵ھ میں دو رسے،، کے مقام پر پیدا ہوئے۔ جب آپ بغداد پہنچے اس وقت آپ کی عمر ۱۹ سال تھی۔ یہاں پر آپ نے اپنے استاد ابوالحسن الکرخی سے فقہ کی تعلیم حاصل کی۔(۷) اس کے بعد آپ آہوز چلے گئے۔ جہاں پر کچھ دن گذارنے کے بعد آپ پھر بغداد آگئے اور دوبارہ ابوالحسن الکرخی کے حلقہ درس میں شامل ہو گئے(۸) ابوبکر الجصاص قرآن حکیم اور حدیث پر مکمل عبور رکھتے تھے اور اپنے وقت کے مشہور فقیہ تھے۔ آپ کی کتاب احکام القرآن اس بات کا بین ثبوت ہے کہ آپ قرآنی علوم پر دسترس رکھتے تھے۔ جہاں تک علم حدیث کا تعلق ہے وہ آپ نے الحاکم النیشاپوری سے حاصل کیا۔(۹) اس سلسلہ میں آپ نے نیشاپور کا سفر بھی کیا۔ SDIES کے قول کے مطابق آپ الکرخی کی وفات کے بعد بغداد میں حنفیوں کے گروہ کے سرغنہ بن گئے۔(۱۰) الجصاص سخت متعصب انسان نہیں تھے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ نے محدثین اور فقہاء کے مابین ثالثی کے فرائض سرانجام دیئے۔(۱۱) آپ فقہ کے بلند پایہ عالم تھے۔ جس کا ثبوت یہ ہے کہ آپ نے جو کتب تحریر کیں وہ زیادہ تر فقہ سے تعلق رکھتی ہیں۔ (ذیل میں ان کتابوں کا مختصر تعارف درج ہے) خطیب بغدادی کے قول کے مطابق الجصاص کو دو مرتبہ قاضی القضاۃ (چیف جسٹس) کا عہدہ پیش کیا گیا۔ مگر آپ نے انکار کر دیا السمیری کی روایت کے مطابق ابوبکر الابہری کا قول ہے کہ "بغداد کے خلیفہ مطیع اللہ کا سفیر ابوالحسن میرے پاس آیا اور مجھے قاضی بننے کی درخواست کی۔ میں نے انکار کر دیا اور الجصاص کا نام تجویز کیا۔" اس دوران میں الجصاص سے بذات خود ملا اور اس عہدہ کے قبول نہ کرنے کی ترغیب دلائی۔ کچھ دن بعد ابوالحسن میرے پاس دوبارہ آئے اور الجصاص کے پاس چلنے کی درخواست کی۔ میں انہیں الجصاص کے پاس لے گیا۔ مگر الجصاص مجھے دیکھتے ہی کہنے لگے کہ آپ نے تو مجھے نصیحت کی تھی کہ قاضی القضاۃ کا عہدہ قبول نہ کروں اور اب آپ بطور سفارش خود آموجود ہیں ابوالحسن کو یہ بات ناگوار گذری اور ابوبکر الابہری کو کہنے لگے کہ "آپ ایسے آدمی کے بارے کیوں کہتے ہیں۔ جس کو آپ خود قاضی بننے سے منع کرتے ہیں" ابوبکر الابہری کہتے لگے "اس سلسلہ میں، میں نے امام مالک بن انس کا طریقہ اختیار کیا ہے جنہوں نے مدینہ کے لوگوں کو کہا تھا کہ نافع کو نماز کے لئے امام بنا لیں اور ساتھ ہی نافع کو منع کر دیا کہ آپ لوگوں کے امام نہ بنیں اور جب امام مالک سے اس طرز عمل کے بارے سوال کیا گیا تو انہوں نے کہا۔" نافع کا نیکی میں درجہ بہت بلند ہے اور انہوں نے اگر ایسا کیا تو لوگ حسد کی وجہ سے ان کے دشمن ہو جائیں گے۔" اسی طرح میں نے الجصاص کو پسند کیا۔ کیونکہ نیکی میں کوئی دوسرا ان کے ہم پلہ نہیں اور انہیں اس لیے منع کیا کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی مرضی کے آگے سر تسلیم خم کر دیا ہے۔" اگر قاضی القضاۃ بننے کے بعد لوگ آپ سے حسد کریں گے اور اس طرح طعن و تشنیع کے ذریعہ ان کو بدنام کرنے کی کوشش کریں گے۔"(۱۲)

اس قصہ سے مندرجہ ذیل مطالب اخذ کئے جا سکتے ہیں۔ یہ کہ الجصاص ذاتی طور پر سرکاری منصب قبول کرنے کے حق میں نہ تھے۔ دوسرا وہ وقت کے جید امام تھے اور ان کا رعب و دبدبہ اتنا زیادہ تھا کہ خلیفہ وقت کے سفیر بھی بلاواسطہ ملاقات سے کتراتے تھے اور انہیں کسی نہ کسی کا سہارا لینا پڑتا تھا۔

تصانیف :-

ابوبکر الجصاص کی بیشتر تصانیف فقہ کے ارد گرد گھومتی ہیں۔ مؤرخین اور تذکرہ نگاروں نے الجصاص کی کتابوں کی تعداد نو (۹) گنوائی ہے۔ جن کا مختصر تعارف پیش کیا جا رہا ہے۔

(۱) اصول الجصاص (اصول الفقہ)

اصول الفقہ پر یہ کتاب دو ناموں سے مشہور ہے (۱) اصول الجصاص (۲) الفصول فی الاصول۔ یہ کتاب احکام القرآن کا مقدمہ ہے احکام القرآن میں جب بھی کسی اصول کے متعلق گفتگو کرنے کا موقع آتا ہے۔ جصاص فوراً اپنی کتاب اصول الفقہ کا حوالہ دیتے ہیں کہ اس مسئلہ کو وہاں دیکھا جائے جو اس بات کا صریح ثبوت ہے کہ اصول الفقہ، احکام القرآن سے قبل ترتیب دی گئی۔ اس کتاب کے تین نسخے (مخطوطے) ہیں۔ ایک مخطوط جامعۃ الازہر میں ہے۔ دوسرے دو مخطوطے دارالکتب مصر میں ہیں۔ ایک مخطوطہ دو اجزاء پر مشتمل ہے۔ جن کے نمبر ۲۶ اور ۱۹۱ فقہ حنفی ہیں۔ دوسرے نسخے کا نمبر ۲۲۹ اصول ہے۔ اس نسخے کی ایک کاپی پشاور یونیورسٹی میں موجود ہے۔ مؤخر الذکر دونوں مخطوطوں کی مائیکرو فلم ناچیز کے پاس بھی موجود ہیں۔

الجصاص کی کتاب "اصول الفقہ" کا حصہ اول کویت سے جمیل النشمی نے شائع کیا ہے۔ اس کتاب کے دوسرے حصے کے ابواب الاجتہاد اور قیاس پر ڈاکٹر قاضی سعید اللہ نے کام کیا ہے الجصاص پر پاکستان میں ہونے والا اپنی نوعیت کا یہ پہلا اور بہترین کام ہے۔ اس دوسرے حصے کے "ابواب النسخ" پر برطانیہ کی یونیورسٹی سینٹ اینڈریوز میں تحقیق ہوئی ہے۔ ان ابواب پر ایک مفصل مقدمہ تحریر کیا گیا ہے، جس میں امام شافعی اور امام الجصاص کے نظریات کا تقابل پیش کیا گیا ہے۔ یہ تحقیق ناچیز کے ہاتھوں عمل میں آئی۔

یہاں یہ امر قابل ذکر ہے کہ الجصاص کی کتاب "اصول الفقہ" کا تعارف فروری مارچ ۱۹۸۷ء میں امریکہ کے مجلہ "U.A.O.S" میں شائع ہوا ہے۔ اور اس سے قبل "الجصاص کے نظریہ علت اور قیاس" پر ایک مضمون مارچ ۱۹۸۲ء میں اسی مجلہ میں شائع ہو چکا ہے۔

الجصاص کی احکام القرآن کے علاوہ سب سے پہلا کام جصاص پر ستمبر ۱۹۷۳ء میں ہوا۔ نبیل شہابی نے۔ THE CUHURAL CONTEXTOFMEDIERAL کے عنوان سے ایک آرٹیکل IOBICONIASASTHEIN FLNCE OF STOIC LEARNIND میں شائع کیا۔ یہ مضمون بہت ہی مفید ہے۔

۱۔ شرح الجامع الکبیر

امام محمد بن الحسن الشیبانی نے سیر کے موضوع پر ایک کتاب تحریر کی جس کا نام الجامع الکبیر رکھا۔ حاجی خلیفہ کے مطابق وہ مصنفین نے اس کتاب کی شروح لکھیں ان میں الجصاص کا نام سرفہرست ہے۔ (۱۳) ابن الندیم کے قول کے مطابق الشیبانی کی الجامع الکبیر پر الجصاص کی شرح ایک عمدہ کتاب ہے (۱۴) بڑے افسوس سے لکھنا پڑتا ہے کہ یہ کتاب ابھی تک منظر عام پر نہیں آسکی لیکن مخطوطہ کی شکل میں یہ دارالکتب المصریہ میں موجود ہے۔ اس کی دو جلدیں ہیں دونوں جلدیں فقہ حنفی کے تحت ۳۵ ، اور ۳۶ ، نمبروں کے ساتھ محفوظ ہیں۔ (۱۵)

۲۔ الجامع الصغیر

حاجی خلیفہ نے اس کتاب کو الکشف الظنون میں "الجامع الصغیر" کے تحت درج کیا ہے۔ لیکن تلاش بسیار کے باوجود اس کا پتہ نہ مل سکا۔ تاہم اس بات میں کوئی شک نہیں کہ یہ کتاب الجصاص کی تصنیف ہے۔ (۱۶)

۴۔ شرح المختصر الکرخی

الکرخی کا شمار آپ کے اساتذہ میں ہوتا ہے۔ اپنے استاد سے محبت کی وجہ سے آپ نے ان کی کتاب کی شرح لکھی۔ ہماری تحقیق کے مطابق اس کتاب کا نسخہ آج کل موجود نہیں ہے۔

۵۔ شرح المختصر الطحاوی

تمام تذکرہ نگار متفق ہیں کہ الجصاص نے "المختصر الطحاوی" کی شرح لکھی۔ الحمد للہ یہ کتاب آج بھی مصر کے دارالکتب میں موجود ہے۔ سید فواد جنہوں نے دارالکتب میں موجود مخطوطات کی فہرست مرتب کی ہے۔ اس کتاب کے تحت رقمطراز ہیں کہ یہ کتاب دو جلدوں میں ہے پہلی جلد پر کوئی تاریخ درج نہیں۔ مگر قرین قیاس ہے کہ یہ پانچویں صدی ہجری کی تحریر ہے۔ البتہ دوسری جلد کے بارے وہ صریحاً لکھتے ہیں کہ یہ ۸۴۷ھ کی تالیف ہے اور اس کو علامہ الانقانی نے مکمل کیا (۱۷)

۶۔ شرح الاسماء الحسنیٰ

یہ کتاب ہماری تحقیق کے مطابق کہیں بھی موجود نہیں۔

۷۔ شرح ادب القاضی للخصاف

احکام القرآن اور اصول الفقہ کے بعد الجصاص کی یہ سب سے بہترین تصنیف ہے۔ اس کتاب کو ۶۲۹ھ میں نقل کیا گیا اور اس کا مخطوطہ استنبول کی لائبریری میں جار اللہ ۱۶۸۹ نمبر کے تحت ۲۰۱ صفحات پر مشتمل موجود ہے تاہم یہ خوشی کی بات ہے کہ یہ کتاب چھپ کر ہمارے پاس آچکی ہے یہ کتاب یقیناً الجصاص کی علمیت کی آئینہ دار ہے۔

۸۔ فتاویٰ جصاص

یہ کتاب جصاص کے فتاویٰ پر مشتمل ہے مگر ہمارے علم کے مطابق یہ کتاب مفقود ہو چکی ہے۔ تاہم اگر کہیں سے یہ کتاب ہاتھ لگ جائے تو بے شمار مسائل کے حل میں ممد و معاون ثابت ہوگی۔

احکام القرآن

الجصاص کی تمام کتابوں سے قبل یہ کتاب مصر سے ۱۳۴۷ھ / ۱۹۲۸ء میں شائع ہوئی ۔عبدالرحمٰن نامی شخص اس کتاب کو سب سے قبل متعارف کرانے آئے ۔ پاکستان میں سہیل اکیڈمی لاہور والوں نے بھی اس کتاب کو شائع کیا ۔ ہم ہماری یہ سوچی سمجھی رائے ہے کہ اس کتاب کو دوبارہ سے شائع کیا جائے اور اس میں موجود غلطیوں کو دور کیا جائے ۔

اساتذہ :-

الجصاص فقہ حنفی کے "امام" ابوحنیفہ سے بے حد متاثر تھے آپ نے امام ابوحنیفہ کا ہر مسئلہ پہ دفاع کیا ہے ۔ یہی وجہ ہے کہ بعض اصحاب کے نزدیک آپ مقلد تھے اور مجتہد نہ تھے ۔ الجصاص کے اساتذہ میں ہمارے سامنے دو نام آتے ہیں ۔ ایک ابوسہل زجاج اور دوسرے ابوالحسن الکرخی ۔ اول الذکر سے آپ نے بہت کم مسائل درج کئے ہیں ۔ جب کہ ابوالحسن الکرخی کے نظریات کی الجصاص پر گہری چھاپ ہے ۔ الجصاص نے جگہ جگہ اپنے استاد کے قول درج کئے ہیں ۔ اگر کوئی شخص ابوالحسن کی آراء کو اکٹھا کرلے تو یقیناً یہ ایک تحقیقی کام بن سکتا ہے ۔

ابن الندیم کے مطابق الکرخی ایسے عظیم فقیہہ تھے کہ آپ سے اس وقت کے تمام علماء مشورہ لیا کرتے تھے اور وقت کے بے شمار علماء نے آپ سے فیض حاصل کیا ۔ آپ نڈر قسم کے انسان تھے اور ۸۱ سال کی عمر میں مفلوج ہو کر اس دار فانی سے رخصت ہوئے ۔(۱۸)

آپ کے حدیث کے اساتذہ میں ابوالعباس الاصم (م ۳۴۶ھ) ، ابوعمر غلام ثعلب (م ۳۴۵ھ) الطبرانی (م ۳۶۰ھ) الاصفہانی (م ۳۴۶ھ) عبدالباقی بن قانع (م ۳۵۲ھ) قابل ذکر ہیں ۔ الجصاص نے عبدالباقی بن قانع پر سب سے زیادہ اعتماد کیا ہے ۔ احکام القرآن کے مقدمہ میں خطیب بغدادی کا بیان ہے کہ "وروی الحدیث عن عبدالباقی بن قانع واکثر عنہ فی احکام القرآن" ——— (مقدمہ الجزء الاول) ۔ ڈاکٹر سید اللہ قاضی اپنی کتاب "الفصول فی الاصول" (ابواب الاجتہاد و القیاس) کے صفحہ نمبر ۲۸ پر رقمطراز ہیں کہ مشہور محدث دارقطنی نے بھی عبدالباقی سے احادیث روایت کی ہیں اور ساتھ ہی یہ کہا ہے کہ عبدالباقی بن قانع سے اکثر غلطیاں سرزد ہوتی تھیں ۔

احکام القرآن کی خصوصیات

احکام القرآن فقہ و تفسیر اسلامی کی کتب میں بڑی اہمیت کی حامل ہے ۔ فقہ حنفی میں یہ کتاب ایک "اصل" کی حیثیت رکھتی ہے ۔ یہی وجہ ہے کہ جصاص کی یہ کتاب آج تک علماء میں مقبول و متداول ہے ۔ جو بات محمد میاں صدیقی صاحب نے "کتاب الہدایہ" کے بارے میں لکھی ہے ۔ وہ ابوبکر الجصاص کی احکام القرآن پر بھی منطبق ہوتی ہے ۔ انہی الفاظ کو ہم یہاں دوبارہ لکھنے کی جسارت کرتے ہیں ۔ "علوم و فنون کی تاریخ میں یہ بات کم دیکھنے میں آئی ہے کہ وقت گذرنے کے ساتھ ساتھ کسی کتاب کی اہمیت و افادیت میں اضافہ ہوتا رہے ۔ عام طور پر یہ ہوتا ہے کہ اچھی سے اچھی کتاب کی بھی ایک مدت ہوتی ہے ایک خاص وقت

اور مدت گذر نے کے بعد کتاب کی اہمیت و افادیت کم ہو جاتی ہے۔ لیکن ہدایہ کی صورت حال بالکل مختلف ہے یہ کتاب چھٹی صدی ہجری میں لکھی گئی اور اب آٹھ صدیوں کی طویل مدت گزرنے کے بعد نہ اس کی اہمیت میں کوئی کمی آئی نہ لوگ اس کی ضرورت سے بے نیاز ہوئے۔ بلکہ گذشتہ نصف صدی میں اس کی ضرورت میں اضافہ ہوا ہے۔ "احکام القرآن" چوتھی صدی ہجری میں تحریر کی گئی اور اب ایک ہزار سال کی مدت گذر گئی ہے۔ مگر اس کی مقبولیت میں روز بروز اضافہ ہو رہا ہے۔ اس کا ثبوت ہم اوپر درج کر چکے ہیں کہ جصاص پر جتنا کام اس آخری نصف صدی میں ہو اتنا کبھی نہیں ہوا۔

احکام القرآن کی یہ خصوصیت قابل ذکر ہے کہ یہ کتاب شروع سے لے کر آخر تک ایک ہی طرز اور اسلوب کی حامل ہے۔ چنانچہ قاری کے لیے ایک تسلسل برقرار رہتا ہے جوں ہی وہ اس کتاب کے مطالعہ کو شروع کرتا ہے۔ اسے الجصاص کے طرز تخاطب سے دلچسپی پیدا ہونی شروع ہو جاتی ہے۔ تاہم یہ ذکر بھی ضروری ہے کہ احکام القرآن کا مطالعہ کرنا اتنا آسان بھی نہیں ہے جس کی وجہ الجصاص کی خاص استعمال کردہ اصطلاحات ہیں۔ جو شخص ان سے واقف ہو جاتا ہے پھر اس کے لیے الجصاص کے دلائل کو سمجھنا آسان ہو جاتا ہے۔ مثلاً الجصاص اس کتاب میں "بدیا" کا لفظ استعمال کرتے ہیں جو اس بات کی نشاندھی کرتا ہے کہ الجصاص ابھی یہ بات کہہ کر آگے بڑھتے ہیں۔ یعنی وہ دلیل جس کا ابھی ذکر ہوا ہے۔ یہاں یہ ضروری معلوم ہوتا ہے کہ چند ضروری اصطلاحات کا تعارف کرا دیا جائے تا کہ قاری کو احکام القرآن کا مطالعہ کرتے وقت کوئی دقت پیش نہ آئے۔ جہاں پر لفظ "قال" کے الفاظ ملتے ہیں۔ اس سے اکثر الجصاص اپنے استاد ابوالحسن الکرخی کے نظریات کو بیان کرتے ہیں اور جونہی وہ اپنی طرف سے کوئی بات کرتے ہیں۔ وہ "قال ابوبکر" کے الفاظ سے شروع کرتے ہیں۔ یہ طریقہ کار تقریباً ان کی تمام کتابوں میں رہا ہے۔ جہاں "قال اصحابنا" کے الفاظ ہوتے ہیں اس سے مراد امام ابوحنیفہ، امام ابویوسف، امام محمد ابن الحسن الشیبانی، امام الکرخی، امام الطحاوی اور دیگر مشائخ ہوتے ہیں۔ امام الجصاص کے ہاں دلالۃ النص، اقتضاء النص اور دیگر اصول فقہ کی اصطلاحات کا استعمال بھی عام ہے۔ اسی طرح "فحوی الخطاب" جس کا مطلب یہ ہوگا کہ ذیل کی نص یا حکم چند دوسرے احکامات پر بھی مشتمل ہے۔ جب "عندنا" کا لفظ آئے تو اس سے مراد احناف لئے جاتے ہیں۔ جب کسی مسئلہ کی وضاحت ضروری ہو تو "قد بینا" یا "الذی قدمنا" کے الفاظ نظر آتے ہیں۔

محمد میاں صدیقی نے اپنے مضمون "شیخ برہان الدین مرغینانی اور ان کی کتاب الہدایہ" میں الکمال پاشا (م ۹۴۰ھ) کے ایک مختصر رسالہ "طبقات الفقہاء" سے مجتہدین کے سات طبقے گنوائے ہیں۔ ان میں تیسرا درجہ مجتہد فی المسائل کا ہے۔ اس درجہ میں ابوبکر الجصاص کا نام نامی موجود نہیں ہے۔ لیکن یہ امر یقینی ہے کہ ان کا نام امام الکرخی اور امام ابو جعفر الطحاوی کے بعد تیسرے درجہ پر ہے۔ کیونکہ الجصاص نے چوتھی صدی ہجری میں حنفی فقہ کی وہ خدمت کی ہے

جو رہتی دنیا تک یاد رہے گی۔ آپ کی کتابوں کو سامنے رکھ کر آنے والے فقہاء نے استنباط کئے ہیں۔ اور یہ کہنا بھی غلط نہ ہوگا کہ آپ کے علم کو آگے پھیلایا ہے۔ یہی نہیں موجودہ دور کے مفسرین مثلاً ابوالاعلیٰ مودودی کی تفہیم القرآن اور مولانا محمد شفیع کی معارف القرآن پر نظر ڈالی جائے تو الجصاص کے خیالات کی عملی تفسیر نظر آتی ہیں۔ لیکن الجصاص کی تصانیف اور پھر بعد میں آنے والے اصحاب کی اکثر آراء کو دیکھا جائے تو پتہ چلتا ہے کہ بعض حضرات جصاص کو "مجتہد فی المذہب" کے درجہ پر دیکھنا چاہتے ہیں (۱۹)

جصاص کی کتب میں جو اہمیت احکام القرآن کو حاصل ہوئی ہے وہ اور کسی کو حاصل نہیں ہو سکی۔ اس کا ثبوت یہ ہے کہ یہ کتاب الجصاص کی بقیہ کتب میں سب سے پہلے متعارف ہوئی اور بار بار شائع ہوئی۔ یہ فقہ کی تمام کتابوں کے لیے روشنی کا مینار رہے۔ احکام القرآن میں کسی مسئلہ کو پیش کرتے وقت عموماً ابوبکر الجصاص کا طریقہ یہ رہا ہے کہ آپ قرآنی آیت کو پیش کر کے اس پر صحابہ کرام اور تابعین اور تبع تابعین کے اقوال درج کرتے ہیں۔ اس کے بعد آپ اپنے اصحاب کے اقوال درج کرتے ہیں۔ اسی طرح امام شافعی، امام مالک، امام اوزاعی اور امام ثوری کا نقطہ نظر سامنے لاتے ہیں یہاں یہ بات بھی ذکر کر دینا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ آپ امام احمد بن حنبل کا ذکر نہیں کرتے۔ شاید آپ ان کو فقہاء کے درجہ میں نہیں لاتے۔ تاہم اصحاب الحدیث میں ان کا ذکر ضرور ملتا ہے۔

اس کتاب کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ اس میں مختلف مسائل پر ان اصحاب کی آراء ملتی ہیں۔ جن کی مستقل کتابیں معدوم ہیں۔ مثلاً ابن شبرمہ، امام الثوری اور امام اوزاعی وغیرہ۔ جب الجصاص تمام اصحاب کا ذکر کر چکتے ہیں تو اپنا بیان "قال ابوبکر" سے شروع کرتے ہیں۔ جب اکثر فقہاء ایک رائے کی طرف جھکے ہوئے ہوں تو جصاص فوراً کہتے ہیں "قد حصل اتفاق السلف" اس طریقہ سے آپ یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ سلف اس آیت یا لفظ کے یہی معنی مراد لیتے ہیں۔ لہٰذا ان کا قول درست تسلیم کرنا چاہیئے۔ الجصاص اپنے قول کی تائید میں اشعار بھی پیش کرتے ہیں۔ دوسرے لفظوں میں ابن جریر الطبری کی طرح کلام عرب سے استشہاد پیش کرتے ہیں۔ اس سلسلے میں الجصاص منفرد نہیں ہیں۔ یہ طریقہ کار اکثر مفسرین کا رہا ہے۔ الجصاص کیونکہ "اصولی" تھے لہٰذا آپ کے ہاں حقیقت، مجاز، عام، خاص، مطلق مقید الناسخ والمنسوخ اور دیگر اصولوں پر بحثیں بکثرت ملتی ہیں۔

الجصاص کا طریقہ یہ ہے کہ وہ اپنے مخالفین کو مکالمہ کے انداز میں سمجھانے کی کوشش کرتے ہیں۔ قیل اور قال سے ان کا مکالمہ دیر تک جاری رہتا ہے۔ الجصاص اپنے قول کے ثبوت میں احادیث اور آثار پیش کرتے ہیں۔ آپ مخالفین کے اقوال کو احادیث کی روشنی میں جانچتے ہیں اور مخالفین کی احادیث کو جرح و تعدیل کے پیمانے پر پرکھتے ہیں۔ آپ امام شافعیؒ کے اقوال کی زبردست مخالفت کرتے ہیں۔ ان کے ایک ایک قول کو لے کر واضح کرتے ہیں اور رد پیش کر کے اپنے قول کو ثابت کرتے ہیں۔ اس بات کا اقرار امام فخر الدین رازی نے اپنی کتاب

مفاتیح الغیب المقتبیر الکبیر) میں بحث کی ہے ۔ وہ لکھتے ہیں : " الجصاص امام شافعی کے سخت مخالف تھے ۔ " الجصاص امام ابو یوسف، امام محمد اور امام زفر کے اقوال بھی درست تسلیم نہیں کرتے ۔ جو کہ امام ابو حنیفہ کے حق میں نہ ہوں ۔ شاید یہی وجہ ہے کہ بعض ناقدین نے آپ پر مقلد ہونے کا الزام لگایا ہے ۔

ابو بکر الجصاص کی احکام القرآن، قرآن بالقرآن، قرآن بالحدیث کی عملی تفسیر ہے ۔ اس بات سے یہ نتیجہ نکالنے میں کوئی دشواری نہیں کہ الجصاص جیسے آئمہ حضرات نے ہی " اصول التفسیر " کے قواعد وضوابط مقرر کئے ۔ جب جصاص کے تمام دلائل ختم ہو جاتے ہیں تو آخری سہارا " نظر " (قیاس) کا ہوتا ہے ۔

احکام القرآن میں ظاہری معنوں سے بھی استدلال کیا گیا ہے ۔ مثلاً الجصاص سے سوال کیا گیا کہ اگر کوئی نصرانی ذبیحہ پر اللہ تعالیٰ کا نام لے مگر دلی طور پر وہ مسیح کو ہی اللہ (العیاذ باللہ) گردانتا ہو تو کیا اس ذبیحہ کا کھانا جائز ہو گا ۔ الجصاص یہ جواب دیتے ہیں کہ ہاں اس ذبیحہ کا کھانا جائز ہو گا ۔ کیونکہ انہوں نے ظاہراً اللہ کا نام لیا ہے ہمیں اس سے کوئی غرض نہیں کہ ان کے دل میں کیا ہے ۔ اس کے بعد الجصاص ایک حدیث کا حوالہ دیتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا " مجھے جہاد کا حکم ملا ہے ۔ جب تک لوگ کلمہ " لا الہ الا اللہ " نہ کہہ دیں ۔ پس جب وہ کہہ دیں تو انہوں نے اپنے خون اور اموال کو مجھ سے محفوظ کر لیا " الجصاص مزید کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے نبی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو منافقین کے بارے میں آگاہ کیا ہوا تھا ۔ ان کے دلوں میں کچھ اور ہوتا ہے ۔ لیکن آپ ان کی ظاہری بات پر یقین لے آتے ہیں (۲۰)

ابو بکر الجصاص کا نظریہ امامت

احکام القرآن میں مختلف نظریات پر بحث کی گئی ہے مثلاً امامت کے نظریہ پر الجصاص ان الفاظ سے بحث کا آغاز کرتے ہیں ۔ " لغت میں امام سے مراد ہر وہ شخص ہے جس کی پیروی کی جائے ۔ خواہ حق پر ہو یا باطل پر ۔ لیکن اس آیت میں امام سے مراد وہ شخص ہے جس کی پیروی لازم ہو ۔ اس اعتبار سے امامت کے اعلیٰ مرتبے پر انبیاء ہیں ۔ پھر راست رو خلفاء پھر صالح علماء اور قاضی " اس کے بعد وہ لکھتے ہیں " پس کوئی ظالم نہ تو نبی ہو سکتا ہے اور نہ یہ جائز ہے کہ وہ نبی کا خلیفہ یا قاضی یا ایسا عہدہ دار ہو جس کی بات کا ماننا امور دین میں لازم ہو ۔ اس آیت کی دلالت سے ثابت ہوتا ہے ۔ کہ ظالم کی امامت باطل ہے اور وہ خلیفہ نہیں ہو سکتا اور اگر وہ اپنے آپ کو اس منصب پر مسلط کر دے تو لوگوں پر اس کا اتباع اور اس کی اطاعت لازم نہیں " ۔ اس تشریح سے غالباً آپ حضرت امیر معاویہ کی امامت کو رد کرتے ہیں ۔ اس کا ثبوت مندرجہ ذیل آیت کی تشریح سے بھی ہوتا ہے ۔ (۲۱) سورۃ النور کی آیت نمبر ۵۵ " تم میں سے جو لوگ ایمان لائے اور نیک کام کئے ان سے اللہ کا وعدہ ہے کہ ان کو خلافت کی دولت سے نوازا جائے گا ۔ " کی تشریح کے سلسلہ میں الجصاص رقمطراز ہیں : یہ آیت چاروں خلفاء کی امامت کے صحیح ہونے پر دلالت پیش کرتی ہے ۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے حسب وعدہ

ان کو زمین پر خلیفہ مقرر کیا۔ لیکن امیر معاویہ اس خلافت میں شامل نہیں ہیں۔ کیونکہ جس وقت یہ آیات نازل ہوئیں اس وقت تک وہ ایمان نہ لائے تھے۔ (۲۲) اسی طرح سورہ الحجرات کی آیت نمبر ۹، "اگر ایمان والوں کے دو گروہ آپس میں لڑ پڑیں تو ان میں صلح کرا دو"، کی تفسیر میں الجصاص لکھتے ہیں کہ حضرت علیؓ نے باغی گروہ سے تلوار کے ساتھ مقابلہ کیا اور آپ کے ساتھ کبار صحابہ اور اہل بدر شامل تھے۔ جن کی قدر و منزلت معلوم ہے اور جو ظاہر کرتی ہے کہ حضرت علیؓ حق پر تھے اور دوسرے گروہ والے باغی تھے۔ (۲۳)

نظریہ الحسن والقبح

یہ بات ڈھکی چھپی نہیں کہ الجصاص معتزلہ عقائد سے متاثر تھے۔ یہی وجہ ہے کہ اکثر ناقدین آپ کو معتزلی حنفی کہتے ہیں۔ ہم یہاں ایک مثال پیش کرتے ہیں جس سے الجصاص پر معتزلہ کا اثر و رسوخ واضح ہوگا۔ کسی چیز کے اچھے یا برے (الحسن والقبح) ہونے کا اس وقت پتہ چلتا ہے جبکہ شارع (اللہ تعالیٰ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) نے اس کو اچھا یا برا قرار دیا ہو یا پھر عقل کسی بات کی اچھائی یا برائی کے بارے میں فیصلہ کرے۔ بہت سے شوافع اور اشعری مکتبہ فکر کے علماء کا خیال ہے کہ کوئی چیز بذات خود اچھی یا بری نہیں ہوتی۔ جب تک شارع اس کے بارے میں فیصلہ صادر نہ کرے بہت سے معتزلہ کا یہ عقیدہ ہے کہ کسی چیز کی اچھائی یا برائی معلوم کرنا عقل کا کام ہے اور جب کسی چیز کے بارے میں عقل فیصلہ کر دے کہ وہ اچھی یا بری ہے تو اس سلسلے میں اس فرد کو جو اس پر عمل کرتا ہے ثواب یا عذاب ملنا چاہیئے (۲۴)

الجصاص اس میں مزید اضافہ کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے کسی چیز کے کرنے کا حکم نہیں دیا جب کہ وہ اچھی نہ ہو اور کسی چیز سے منع نہیں کیا جب تک وہ بُری نہ ہو۔ اس بات سے وہ یہ نتیجہ نکالنا چاہتے ہیں کہ توحید خالص بذات خود اچھی چیز ہے لہذا اس پر اعتقاد رکھنا ابد الآباد تک لازمی ہے اور اس حکم کو تبدیل نہیں کیا جا سکتا۔ اسی طرح انصاف کرنا (عدل) ایک اچھی چیز ہے۔ اب اس کے خلاف حکم نہیں دیا جا سکتا۔ دوسرے الفاظ میں یہ حکم نہیں دیا جا سکتا کہ اب تک انصاف پر عمل ہوتا رہا ہے اور اب اس پر عمل نہیں ہونا چاہیئے (۲۵)

اس بحث کو الجصاص نے اپنی کتاب "الاصول" میں تفصیل سے بیان کیا ہے۔ ان کا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جب کسی چیز کا حکم نافذ کرتے ہیں تو ان کے علم میں پہلے ہی سے ہوتا ہے کہ وہ کچھ عرصہ بعد اس حکم کو بدل دیں گے۔ یہ کہنا درست نہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ کو اپنے فیصلوں کا علم نہیں ہوتا اور وہ بعد میں اپنے فیصلے منسوخ کر دیتے ہیں۔ ایسا خیال کرنا نظریہ "بدا" کو قبول کرنے کے مترادف ہے جو الجصاص کے نزدیک یہود اور روافض کا نظریہ ہے۔

السحر:

الجصاص معتزلہ کی طرح جادو پر بھی یقین نہیں رکھتے تھے۔ انہوں نے اپنی کتاب احکام القرآن میں بے شمار مثالیں پیش کی ہیں۔ جو اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ جادو کا مسئلہ اہمیت کا حامل نہیں ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ

جادوگر کسی آدمی کو گدھے یا گدھے کو آدمی کی شکل میں تبدیل نہیں کر سکتے۔ ابو بکر الجصاص اس حدیث کو صحیح قرار نہیں کر سکتے۔ ابو بکر الجصاص اس حدیث کو صحیح قرار نہیں دیتے۔ جس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر جادو کیے جانے کا ذکر ہے۔ آپ کہتے ہیں کہ یہ حدیث موضوع ہے (۲۶)

نظریہ نسخ:۔

یوں تو احکام القرآن پورے قرآن کے احکامات کا تفصیل سے ذکر کرتی ہے لیکن الجصاص بنیادی طور پر اصولی تھے اس لیے ان کے پیش کردہ اصولوں میں نظریہ نسخ کا مختصر تعارف ضروری ہے مصطفیٰ زید جو کہ موجودہ دور کے مصری سکالر ہیں، اپنی کتاب "الناسخ والمنسوخ" میں لکھتے ہیں کہ "الجصاص نے جو نسخ کی تعریف کی ہے وہ پانچ صدیوں تک تسلیم کی جاتی رہی ہے۔" (۲۷)

ابو بکر الجصاص نے یہ ثابت کیا ہے کہ شریعت اسلامیہ میں نسخ واقع ہوا ہے۔ آپ نے ابو مسلم الاصفہانی کا نام لیے بغیر "احکام القرآن" میں ان پر سخت تنقید کی ہے۔ انہوں نے خبردار کیا ہے کہ نسخ کو تسلیم نہ کرنے والے مسلمانوں کے طرز عمل سے دور چلے گئے ہیں۔ یہی عقیدہ النحاس کا ہے جنہوں نے اس کا ذکر اپنی کتاب الناسخ و المنسوخ کے مقدمہ میں کیا ہے۔ آپ نے امام شافعی کے نظریہ نسخ کی بھی مخالفت کی ہے۔ امام شافعی کا نظریہ ہے کہ صرف قرآنی احکام، قرآنی احکام کو منسوخ کر سکتے ہیں۔ اور صرف سنت کے احکام سنت کے احکام کو منسوخ کر سکتے ہیں۔ نہ قرآن و سنت کو منسوخ کر سکتا ہے۔ اور نہ ہی سنت قرآن کو منسوخ کر سکتی ہے۔ امام الجصاص نے اسی نظریہ کی مخالفت میں اپنا پورا زور لگا دیا۔ انہوں نے بے شمار مثالیں پیش کی ہیں جن میں یہ واضح کیا ہے کہ قرآن اور حدیث ایک دوسرے کو منسوخ کر سکتے ہیں۔ سنت کے قرآن سے منسوخ ہونے کی وہ یہ مثال پیش کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب مکہ سے مدینہ ہجرت کر گئے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہ یروشلم (بیت المقدس) کی طرف منہ کر کے نماز پڑھا کرتے تھے۔ لیکن ۱۶ مہینوں کے بعد اللہ تعالیٰ نے آپ کو مکہ (خانہ کعبہ) کی طرف منہ کرنے کا حکم دیا۔ یہ الجصاص کے نزدیک نسخ السنہ بالقرآن کی بہترین مثال ہے۔ قرآن کے سنت سے منسوخ ہونے کی بھی ان کے پاس بہت مثالیں ہیں۔ مگر ان میں سورہ النساء کی آیت ۱۵ اور ۱۶ کا عبادہ بن الصامت کی حدیث سے منسوخ ہونا ہے۔ (۲۸)

اس موضوع پر الجصاص کو گہری دلچسپی تھی۔ آپ نے نہ صرف احکام القرآن میں اس اصول کو واضح کر کے لکھا ہے بلکہ "اصول الفقہ" میں اس پر تفصیلی ابواب تحریر کیے ہیں۔

الجصاص سے قبل "اصول الفقہ" پر کوئی تفصیلی کتاب نہیں ملتی۔ اس لیے ہم جصاص کو "اصول الفقہ" کا بانی قرار دیتے ہیں۔

ماخذ قوانین اسلامی:

بطور اصولی ان کے ہاں بھی اسلامی قانون کے چار بنیادی ماخذ ہیں۔ قرآن، حدیث، اجماع اور قیاس۔ ابو بکر الجصاص نے ان ماخذوں پر تفصیل سے بحث کی ہے۔ ان کے نزدیک صحابہ اور تابعین نے اپنے ادوار میں قیاس کے استعمال کی اجازت دی۔ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دور کے بے شمار واقعات کا انہوں نے ذکر کیا ہے جس سے نظریہ قیاس کی تائید ہوتی ہے۔ الجصاص کے خیال میں ان دنوں کوئی بھی ایسا آدمی سامنے نہیں آیا جس نے قیاس کی مخالفت کی ہو۔ لیکن بعد میں ایسے اشخاص سامنے آئے جو فقہ اور اس کے اصولوں سے واقف نہ تھے اور نہ ہی وہ سلف کے طریقوں سے باخبر تھے۔ لہٰذا انہوں نے جہالت میں قیاس کی مخالفت کرنا شروع کر دی۔ مخالفین میں سے سب پہلے وہ ابراہیم کا نام لیتے ہیں جو قیاس کی وجہ سے صحابہ پر بھی طعن و تشنیع کا کام لیتا تھا۔ ابوبکر الجصاص آگے چل کر لکھتے ہیں کہ بعد میں ایسے لوگ پیدا ہوئے جنہوں نے اگرچہ صحابہ کو تو مطعون نہیں کیا لیکن اصول قیاس کی بڑی شد و مد سے مخالفت کی۔

الجصاص خالص طریقہ سلف پر چلنے والے انسان تھے۔ آپ نے بے شمار قرآنی آیات، احادیث اور آثار سے اس بات کو ثابت کیا کہ قیاس بطور اسلامی قانون کے ماخذ کے تسلیم کرنا ہوگا۔ اس سلسلے میں یہ بات قابل ذکر ہے کہ الجصاص اکثر جگہوں پر قیاس اور اجتہاد کو ایک دوسرے کے مترادف سمجھتے ہیں اور اسی چیز کو بعض جگہ "غالب ظن" سے تعبیر کرتے ہیں۔ الجصاص کے نزدیک حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی امامت بھی اجتہاد کے ذریعہ عمل میں آئی تھی۔ (۲۹)

ان نظریات سے واضح ہوتا ہے کہ الجصاص نہ صرف قرآنی احکام پر عبور رکھتے تھے بلکہ اپنے دور کے مجتہد تھے۔ وہ اصول الفقہ کے بانی مبانی تھے۔ ان کی احکام القرآن مختلف علوم کا سرچشمہ ہے۔ یہ کتاب متفاد دین کی بنیادیں فراہم کرتی ہے۔ اس کتاب میں ایک خالص اسلامی رنگ جھلکتا ہے یہ کتاب مکالمہ کے انداز میں قاری کے سامنے کسی بھی مسئلہ کو حقیقی صورت میں پیش کرتی ہے۔ مختلف حنفی مسائل کی صحیح ترجمانی کا حق ادا کرتی ہے۔ السرخسی کی المبسوط ابوالحسین احمد بن محمد البغدادی کی مختصر القدوری اور المرغینانی کی الہدایہ کا یہ کتاب ماخذ ہے۔

حوالہ جات و حواشی

۱۔ دہخدا، لغت نامہ، تہران، ۱۳۱۵ھ ص ۸، ۳۔

۲۔ الجصاص، ابوبکر احمد بن علی، احکام القرآن، (۳ جلدیں) قاہرہ، ۱۳۴۷ھ مقدمہ۔

۳۔ کحالہ عمر رضا معجم المولفین (۱۵ جلدیں) دمشق ۱۹۵۷ء، ج ۲، ص ۷۰

۴۔ بغدادی، احمد بن علی الخطیب: تاریخ بغداد (۱۴ جلدیں) تاریخ درج نہیں، ج ۴ ص ۳۱۴۔

۵۔ السمعانی، کتاب الانساب (۶ جلدیں) حیدرآباد ۱۳۲۲ھ ج ۱، ص ۸۴۔

۶۔ ابن قطلوبغا، تاج التراجم فی الطبقات الحنفیہ، بغداد۔ص ۶۔

۷۔ الکرخی کا شمار بھی مصنفین "اصول الفقہ" میں ہوتا ہے۔

۸۔ انسائیکلوپیڈیا آف اسلام (نیا ایڈیشن) لندن، ۱۹۲۷ء، ص ۹۸۶۔

۹۔ الجصاص۔ احکام القرآن، مقدمہ۔ ۱۰۔ انسائیکلوپیڈیا آف اسلام۔ ج ۱، ص ۹۸۶۔

۱۱۔ اصول الجصاص، ۲۲۳۔ ۱۲۔ بغدادی، تاریخ بغداد، ج ۴، ص ۳۱۶۔

۱۳۔ حاجی خلیفہ مصطفیٰ بن عبداللہ کشف الظنون "تحت عنوان" الجامع الکبیر۔

۱۴۔ ابن الندیم، الفہرست (لندن، ۱۹۷۰) ج ۱، ص ۱۱۔

۱۵۔

۱۶۔ حاجی خلیفہ، کشف الظنون، ج ۱ ص ۵۵۔

۱۷۔ سید فواد فہرس مخطوطات، طبع مصر، ۱۳۴۷ھ ج ۱، ص ۲۶۳۔

۱۸۔ ابن الندیم، الفہرست، ص ۵۱۴۔ ۱۹۔ الجصاص، احکام القرآن ج ۱، مقدمہ۔حاشیہ۔

۲۰۔ الجصاص، احکام القرآن، ج ۱، ص ۱۲۶۔

۲۱۔ الجصاص، احکام القرآن۔ ج ۱، ص ۹۷، المطبعہ البہیہ، مصر، ۱۳۲۷ھ۔مزید دیکھیں ابوالاعلیٰ مودودی، خلافت وملوکیت ص ۲۹، حاشیہ، طبع لاہور ۱۹۸۲ء

۲۲۔ الجصاص، احکام القرآن، ج ۳، ص ۳۷۹

۲۳۔ الجصاص، احکام القرآن۔ ج ۳، ص ۴۰۰۔

۲۴۔ الدوالیبی، محمد معروف، المدخل فی علم اصول الفقہ، بیروت، ۱۳۸۵ھ/ ۱۹۶۵ ص ۱۱۔

۲۵۔ الجصاص۔ اصول الفقہ۔۱۲۱۔ ۲۶۔ الجصاص، احکام القرآن، ج ۱، ص ۱۴۱۔

۲۷۔ مصطفیٰ زید، کتاب الناسخ والمنسوخ، (۲ جلدیں) مصر، ج ۱، ص ۵۹۔

۲۸۔ احکام القرآن میں مذکورہ آیات کے تحت یہ بحث درج ہے۔ اکثر حنفی علماء نسخ القرآن بالسنہ کے قائل ہیں۔ امام غزالی نے بھی اس نظریہ کی تائید میں دلائل پیش کئے ہیں۔ (المستصفیٰ ص ۱۰۶)

۲۹۔ سعید اللہ قاضی، الابواب الاجتہاد والقیاس، ص ۲۶۔

ڈاکٹر محمد اعزاز الحسن شاہ ایم۔ فل۔ پی۔ ایچ۔ ڈی

تاریخ فن سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم
اور
محمد بن اسحاق المطلبی کا کردار

بسم اللہ الرحمن الرحیم ، نحمدہ ونصلی ونسلم علی رسولہ الکریم وعلی آلہ وصحبہ اجمعین وبعد

ہم اپنی بحث کا آغاز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد سے قبل دور جاہلیت سے کرتے ہیں۔ کہ کیا تاریخ کا اس وقت کوئی وجود تھا؟ تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ تاریخ کا وجود اس طرح نہ تھا جیسا کہ بعد میں اس کا رواج ہوا۔ اس وقت قریش کی سوچ کا تانا بانا صرف اپنے ماحول تک محدود تھا۔ اپنے آباؤ اجداد کے کارنامے یا ان کے فخریہ امور، زیادہ طور پر زیر بحث تھے۔ لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد پر دنیا میں ایک انقلابی تبدیلی آئی۔ اس میں آپ کی ذات اور آپ کے ساتھیوں کی شمولیت دین اسلام کی ترویج نے خود ایک تاریخی حیثیت اختیار کر لی اور اس ابتدائی حیثیت سے تاریخ "سیرت" نے جنم لیا۔

پہلے پہل سیرت یا تاریخ پر ابتداً کوئی کتاب مرتب نہیں ہوئی۔ خلفاء کے زمانہ تک زیادہ توجہ قرآن پاک کے لکھنے اور یاد کرنے تک مرکوز رہی اور ساتھ عجمی لوگوں کی اسلام میں شمولیت پر کچھ عربی زبان کے قواعد لوگوں کی توجہ کا مرکز بنے رہے۔

سیرت نگاری کی ابتداء یا اس کی تاریخ کا وجود حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور سے شروع ہوا اس فن میں "عبید بن شریۃ الجرہمی" جو صنعاء کے رہنے والے تھے پہلے قدم رکھا اور "کتاب الملوک واخبار الماضین" لکھی۔ اس کے بعد اکثر اہل علم نے علم تاریخ کے خاص پہلو یعنی "سیرت" کی طرف توجہ مبذول کی اس کے لکھنے میں ان کی توجہ کا خاص پہلو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات سے عشق و محبت کا اظہار اور ایک دلی لگاؤ تھا۔ اس دور میں جنہوں نے سیرت نگاری میں حصہ لیا، وہ ابتداً عروہ بن الزبیر بن العوام جن کی دادی اسماء بنت ابی بکر ہیں، انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث وواقعات اور اسلام کے ابتدائی دور پر روشنی ڈالی۔ جیسا کہ۔ سیرۃ ابن ہشام میں ہے۔

نعدّ ولنوا فی السیرۃ کتباً ، فاذکر منھم : عروۃ ابن الزبیر بن العوّام الفقیہ المحدث

الذی مکنته نسبه من قبل ابیه الزبیر و اُمّه أسماء بنت ابی بکر، ان یروی الکثیر من الاخبار والاحادیث عن النبیؐ صلی الله علیه وسلم و حیاة صدر الاسلام [1]

(اور انہی عروۃ بن زبیر بن العوام) سے ابن اسحاق الواقدی اور الطبری نے زیادہ تر روایات لی ہیں۔ بالخصوص ہجرت حبشہ، ہجرت مدینہ، غزوہ بدر وغیرہ میں اور ان کی وفات ۹۲ھ میں ہوئی۔

پسر ابان بن عثمان بن عفان المدنی جن کا سن وفات ۱۰۵ھ ہے انہوں نے بھی سیرت نگاری میں مختلف صحیفے ترتیب دیئے۔ علاوہ ازیں "وہب بن منبہ الیمنی جن کا سن وفات ۱۱۰ھ ہے، انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے غزوات پر ایک کتاب مرتب کی جس کا کچھ حصہ ہیڈل برگ جرمنی میں محفوظ ہے۔ [2]

اسی طرح شرحبیل بن سعد المتوفی ۱۲۳ھ، ابن شہاب الزہری المتوفی ۱۲۴ھ عاصم بن عمر بن قتادہ المتوفی ۱۲۰ھ عبداللہ بن ابی بکر بن حزم المتوفی ۱۳۵ھ موسی بن عقبہ المتوفی ۱۴۱ھ معمر بن راشد المتوفی ۱۵۰ھ زیاد البکائی المتوفی ۱۸۳ھ الواقدی المتوفی ۲۰۷ھ، محمد بن سعد (صاحب الطبقات) المتوفی ۲۳۰ھ ابن ہشام ۲۱۸ھ وغیرہ، جنہوں نے سیرت نگاری میں جان ڈالی اور ان کی تصانیف آج بھی سیرت میں سند کا درجہ رکھتی ہیں۔

سیرت نگاری کوئی مشکل موضوع نہیں، یہ تو صرف روایات کا نقل کرنا ہے۔ اس لیے اس موضوع پر بہت سے لوگوں نے حصہ لیا۔ پہلے اسے حدیث کے رنگ میں باسند ذکر کیا گیا۔ پھر بعد میں ابواب کی شکل میں، پھر متقدمین کی جمع کردہ روایات اور احادیث کا ایک تنقیدی جائزہ بھی لیا گیا۔ جیسا کہ ابن ہشام کا سیرۃ ابن اسحاق میں طریق نگارش ہے۔ کہ روایات پر برابر اس پر اگر کوئی نقد ہے تو بیان کرتے ہیں۔ پھر مؤلفین کا طریق کار دو طرح کا ہے۔ ایک تو وہ جنہوں نے متقدمین کی کتب کا اختصار یا شرح یا اس کو نظم کی شکل میں مرتب کیا، اور دوسری قسم ایسے مؤلفین کی ہے، جنہوں نے سیرت کی مختلف کتب کو جمع کرکے ان سے اپنے مزاج کے مطابق ایک کتاب ترتیب دی۔ ایسے مؤلفین کی تعداد بہت زیادہ ہے مثال کے طور پر "ابن فارس اللغوی المتوفی ۳۹۵ھ"، [3] اور محمد بن علی بن یوسف الشافعی الشامی المتوفی ۶۰۰ھ اور ابن ابی طئ یحییٰ بن حمید المتوفی ۶۳۰ھ، ظہیر الدین علی بن محمد کازرونی المتوفی ۶۹۴ھ وعلاء الدین علی بن محمد الخلاطی

---

[1] دیکھیے / سیرۃ ابن ہشام ص۸ ج ۱ (عربی) مطبوعہ مصر طبع ۲ - ۱۹۵۵م

[2] دیکھیے / سیرۃ ابن ہشام ص۸ (عربی) مطبوعہ مصر طبع ۲ - ۱۹۵۵م

[3] سیرۃ ابن فارس کے دو قلمی نسخے نمبر ۴۹م، ۶۰م تاریخ) مصر میں "دار الکتب المصریہ" میں ہیں۔

الحنفی المتوفی ۷۰۸ھ اور ابن سید الناس ؁ البصری الشافعی المتوفی ۷۳۴ھ شہاب الدین الرعینی الغرناطی ؁ المتوفی ۷۷۹ھ، ابو عبداللہ محمد بن احمد بن علی بن جابر الاندلسی ؁ المتوفی ۷۸۰ھ، محمد بن یوسف الصالحی (سیرت شامیہ والے) ؁ المتوفی ۹۴۲ھ علی بن برہان الدین (سیرت حلبیہ والے) ؁ المتوفی ۱۰۴۴ھ وغیرہ۔ پہلی قسم کے مؤلفین میں، السہیلی اور ابوذر جنہوں نے ابن ہشام کی سیرت کی شرح کی ہے۔ قطب الدین عبدالکریم الجماعیلی ؁ المتوفی ۷۳۵ھ جنہوں نے "سیرت محمد بن علی بن یوسف" کی شرح کی ہے اور قاسم بن قطلوبغا جنہوں نے سیرت مغلطائی ؁ کی تلخیص کی ہے۔

عزالدین ابن عمر الکنانی، ابوالحسن علی بن عبداللہ ابن احمد السمہودی المتوفی ۹۱۱ھ جنہوں نے سیرت کو منظوم شکل میں مرتب کیا ان میں "عبدالعزیز بن احمد المعروف بسعد الدیری المتوفی ۶۰۷ھ ابوالحسن فتح بن موسیٰ القصری المتوفی ۶۶۸ھ اور ابن الشہید المتوفی ۷۹۳ھ۔

سیرت کا تنقیدی جائزہ جوں جوں سیرت پر کام کا دائرہ کار بڑھا، اس میں خوبیوں کی شکل میں خامیوں نے جنم لیا تو ان خامیوں کو دور کرنے کے لیے اس کا ناقدانہ جائزہ ضروری ہوا خاص کر جب روایات کو قصہ کی زبان میں بغیر اسناد بیان کرنا شروع کیا۔ تو اس انداز بیان میں سیرت کے پہلوؤں میں کمزوری آتی، سیرت

؁ ابن سید الناس کی سیرت پر کتاب "عیون الاثر فی فنون المغازی والشمائل والسیر" اس کا ایک قلمی نسخہ "دارالکتب المصریہ" مصر میں ہے۔

؁ ان کے ایک رسالہ کا "رسالۃ فی السیرۃ والمولد النبی" قلمی نسخہ دارالکتب المصریہ میں نمبر ۴۹۴ میں ہے۔

؁ ان کی کتاب کا نام "رسالۃ فی السیرۃ والمولد النبی" اس کا قلمی نسخہ دارالکتب المصریہ نمبر ۴۹۴ "مصر میں ہے۔

؁ اس کا پورا نام "سبل الہدیٰ والرشاد فی سیرۃ خیر العباد" اس کے دو نسخے دارالکتب المصریہ میں ہیں، ایک نسخہ کے چار اجزا ہیں جب کہ دوسرے کے صرف "دو" یعنی تیسرا اور پانچواں۔

؁ اس کا نام "انسان العیون فی سیرۃ الامین المامون، علیہ الصلاۃ والسلام"، اس کے کئی نسخے دارالکتب المصریہ مصر میں ہیں۔

؁ ان کی کتاب کا نام "الورد العذب الہنی فی الکلام علی سیرۃ عبدالغنی"

؁ ان کا نام "حافظ علاء الدین المغلطائی، پیدائش ۶۸۹ھ وفات شعبان ۷۶۲ھ ان کی سیرت پر کتاب "الاشارۃ الی سیرۃ المصطفیٰ واثار من بعدہ من الخلفاء"، اس کتاب کے کئی قلمی نسخے دارالکتب المصریہ میں ہیں۔

محمد ابن اسحاق اگرچہ نئے انداز بیان اور اسلوب کی حامل ہے مگر ابن ہشام نے اس پر بھی بعض جگہ نقد کیا اور اس کی خامی کی طرف نشاندہی کی، پھر بعد میں ایسے مؤلفین بھی آئے ہیں جنہوں نے سیرت اور تاریخ کو یکجا کیا ہے۔ جیساکہ ابن جریر طبری اور امام الحافظ ابوشجاع شیرویہ مؤلف "ریاض الانس" متوفی ۵۰۹ھ [۱۱]

منصور نے ابن اسحاق سے پوچھا، آپ اسے جانتے ہیں؟ ابن اسحاق نے کہا۔ ہاں! یہ آپ کا صاحبزادہ ہے۔ تو منصور نے کہاکہ اس کے لیے آدم علیہ السلام سے لے کر آج تک واقعات پر مبنی ایک کتاب مرتب کریں۔ ابن اسحاق نے یہ کتاب لکھی، منصور نے دیکھنے کے بعد کہاکہ یہ تو کافی طویل اور لمبی ہے۔ ذرا اس کو مختصر کریں۔ ابن اسحاق نے اس کو مختصر کیا۔ اور منصور نے اس کتاب کو اپنے خزانہ میں محفوظ کر لیا [۱۲]۔

بعض کا خیال ہے کہ ابن اسحاق نے خلیفہ کے کہنے پر یہ کتاب تصنیف نہیں [۱۳] کی اور نہ ہی بغداد یا حیرہ میں اس کو مرتب کیا۔ بلکہ عباسیوں کے ہاں قیام پذیر ہونے سے قبل جس شہر میں ابن اسحاق تھے وہاں لکھا۔ اس کی دلیل یہ ہے۔ کہ ابن اسحاق سے روایت کرنے والے بیشتر یا تو مدنی ہیں یا مصری، کسی عراقی نے اس کو روایت نہیں کیا، ابراہیم بن سعد ابن اسحاق کے مدنی شاگرد ہیں، انہوں نے اس کتاب کو ان سے روایت کیا ہے۔ بلکہ عباسیوں کے خوف سے بعض حوادث کو ابن ہشام نے حذف کر دیا ہے تاکہ عباسی ناراض نہ ہوں، سیرت ابن ہشام نیز طبریؒ جوکہ سیرت ابن اسحاق ہی کا نچوڑ ہے معلوم ہوتا ہے۔ کہ سیرت ابن اسحاق کے تین اجزاء ہیں۔ المبتداء، المبعث، المغازی، المبتداء دور جاہلیت کے حالات وواقعات پر مشتمل ہے۔ یہ دور چار فصلوں پر مشتمل ہے۔

المبعث، یہ حصہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مکی زندگی، ہجرت وغیرہ پر مشتمل ہے۔ باقی مغازی یہ حصہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے غزوات پر مشتمل ہے۔ ان غزوات میں زمانہ کی ترتیب کو ملحوظ خاطر رکھا اور واقعات کو بیان کرنے میں اسناد کو بھی شامل کیا۔

ابن اسحاق کی سیرت نگاری پر ابن ہشام مغافری نے کام کیا۔ اس سیرت کو نئے سرے سے جمع کیا اور پھر سے ترتیب دی، اس ترتیب میں اکثر مقامات پر ابن ہشام نے ابن اسحاق کا تعاقب کیا ہے۔ بعض روایات میں اضافہ کیا۔ بعض میں اختصار، جیساکہ ان کی عادت سے ظاہر ہے۔

---

[۱۱] سیرت ابن ہشام ص۱ (عربی) مطبوعہ مصر طبع ۲ - ۱۹۵۵ء

[۱۲] روایت ابن اسحاق کا اصلی نسخہ وہ کوبریلی استانہ کے کتب خانہ میں ہے۔

[۱۳] دیکھیے۔ کتاب المغازی مصنفہ ہارفٹس۔ ترجمہ ڈاکٹر حسین نصار ص۲۲

وانا إن شاء الله مبتدئ هذا الکتاب بذکر اسماعیل بن ابراهیم، ومن ولد رسول الله صلی الله علیه وسلم من ولده واولادهم لأصلابهم، الاوّل فالأول من اسماعیل إلی رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم ،، [۱۲]

"ہم اس کتاب کو اسماعیل بن ابراہیم سے شروع کرتے ہیں اور آپ کی اولاد میں ان لوگوں کا حال لکھیں گے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے شجرۂ نسب میں آئے ہیں۔"

گویا ابن ہشام نے ان تفصیلات کو چھوڑ دیا جو کہ ابن اسحاق نے بیان کیں جس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کو سروکار نہیں اور اسی طرح ایسے اشعار، ایسی عبارات وغیرہ کو ذکر کرنے کی ضرورت محسوس نہیں کی جو کہ سیرت کا حصہ نہیں۔ اسی طرح ابن ہشام نے آدم علیہ السلام سے لے کر ابراہیم علیہ السلام تک انبیاء کے ذکر کو بھی مقصد سے دور تصور کیا۔ اور صرف تاریخ اسیرت کو مقصد تک محدود رکھا اور ابن اسحاق کو بطور لاحقہ شامل کیا۔ تاکہ لوگ اس مؤرخ اور سیرت نگار کو نہ بھول جائیں۔

پھر جس طرح ابن ہشام نے ابن اسحاق کی سیرت کو نئے انداز میں مرتب کیا، اسی طرح ابوالقاسم عبدالرحمٰن السہیلی المتوفی ۵۸۱ھ نے ابن ہشام کی سیرت پر نئے انداز میں کام کیا۔ سہیلی کی یہ کاوش ابن ہشام کی شرح وتعلیق شمار ہوتی ہے۔ اس شرح وتعلیق کا نام "الروض الأنف" ان کی اس تصنیف میں ان کی تبحر علمی کا پتہ چلتا ہے۔ جو کمزوری اور خامیاں انہیں نظر آئیں انہوں نے اس کو پورا کرنے کی کوشش کی، جو کہ اپنے مقصد میں کامیاب ہوئے۔

سہیلی کے طرز پر سیرت ابن اسحاق پر علامہ بدرالدین عینی نے بعد میں کام کیا اور اپنی تصنیف کا نام "کشف اللثام" رکھا۔ اپنی اس تصنیف سے ۸۰۵ھ میں فارغ ہوئے۔

بہر حال ابوذر الخشنی کی کوشش بھی اپنی جگہ قابل ستائش ہے۔ کہ انہوں نے سیرت ابن ہشام پر اپنے انداز کا کام کیا کہ جو اس کتاب کے مشکل الفاظ اور عبارات تھیں ان کا حل کیا۔ تو گویا سہیلی اور ابوذر دونوں نے سیرت ابن اسحاق اور ابن ہشام پر کام کر کے ایک عظیم کارنامہ سرانجام دیا۔

بعد میں نئے انداز میں اس کتاب کی شرح وتعلیق پر کسی نے قلم نہیں اٹھایا، البتہ اس کتاب کو مختصر کرنے کی طرف توجہ مبذول کی، ان اختصار نویسوں میں سے، ابراہیم بن محمد المرحل الشافعی آتے

---

[۱۲] دیکھئے۔ سیرت ابن ہشام ص۱۳ (عربی) نیز دیکھئے۔ سیرت النبی شبلی نعمانی ج ۱ ص۳۲ نیز سیرۃ النبی کامل ترجمہ عبدالجلیل صدیقی ناشر شیخ غلام علی ابتدا سن ج ۱ ص۳۲۔

کتاب کو مختصر کیا، کئی دوسرے امور کا اضافہ کیا اور کتاب کو ۱۸ مجلسوں میں مرتب کیا، اس کا نام الزخیرہ فی مختصر السیرۃ"، رکھا، وہ اس تصنیف سے ۶۱۱ھ میں فارغ ہوئے۔ پھر ان کے بعد "عماد الدین ابو العباس احمد بن ابراہیم بن عبدالرحمٰن الواسطی"، نے اس کو مختصر کیا اور انہوں نے اپنی تصنیف کا نام "مختصر سیرۃ ابن ہشام" رکھا وہ اس تصنیف سے ۷۱۱ھ میں فارغ ہوئے۔

بعد میں کچھ لوگ ایسے آئے جنہوں نے اس سیرت کو نظم کی شکل میں ڈھالا، ان میں "ابو محمد عبدالعزیز بن محمد بن سعید الدمیری الدیرینی المتوفی ۶۰۷ھ اور ابوالنصر الفتح بن موسی بن محمد نجم الدین المغربی الخضراوی المتوفی ۶۶۳ھ اسی طرح "ابوبکر محمد بن ابراہیم بن محمد النابلسی" المعروف بابن الشہید المتوفی ۷۹۳ھ ان کی کتاب کا نام "الفتح الغریب ؁۱۵" اور اسی طرح ابوالاسحاق الانصاری التلمسانی"، وغیرہ۔

ابن اسحاق کی کتاب کو اس قدر پذیرائی ہوئی کہ کئی انداز میں، مختلف علماء نے اس پر کام کیا، واقعی ابن اسحاق، سیرت نگاری کے فن میں پہلے نمبر کے سیرت نگار ہیں کہ جن کا ہم پلہ پیدا نہ ہو سکا۔ بعد میں آنے والوں نے ان کے کام کو ہی آگے بڑھایا اور ہمارا یہ کہنا درست ہے۔

فابن اسحاق فی الحقیقۃ ۔ھو عمدۃ المؤلفین الذین اشتغلو بوضع السیرۃ بعدہ حتی یمکننا ان نقول، ما من کتاب وضع فی السیرۃ بعد ابن اسحاق الا وھو غرفۃ من بحرہ ھذا اذا استثنینا رجلاً او اثنین کالواقدی وابن سعد۔

ترجمہ: سیرت نگاری کے فن میں ابن اسحاق ان تمام سیرت نگاروں سے جنہوں نے ان کے بعد سیرت نگاری کی بہتر اور عمدہ ہے، نیز سیرت پر ان کے بعد جو بھی کتاب لکھی گئی وہ ان ہی کے سمندر کا ایک چلو ہے۔ سوائے دو چند ایک کے یعنی واقدی یا ابن سعد وغیرہ ؁۱۶

اور اسی طرح صاحب کشف الظنون نے اس خیال کی تائید کی وہ لکھتے ہیں "اول من صنف فیہ الامام المعروف محمد بن اسحاق بن یسار اہل البخاری۔ ؁۱۷

؁۱۵ یہ کتاب، دس ہزار اشعار پر مشتمل ہے۔ اس کا پورا نام "فتح الغریب فی سیرت الحبیب"، دیکھئے سیرۃ النبی تالیف علامہ شبلی نعمانی ج ۱ ص ۲۵۔

؁۱۶ دیکھئے۔ سیرت ابن ہشام ص ۱۳ (عربی) مطبوعہ مصر طبع ۲۔ ۱۹۵۵ء

؁۱۷ کشف الظنون ج ۲ ص ۳۹۔ العلم والعقل مصطفی صبری ج ۱ ص ۷۲ نقوش رسول نمبر ص ۶۱۔ ادارہ فروغ اردو لاہور۔

لیکن عصر حاضر کے محقق ڈاکٹر مصطفی صبری کی تحقیق یہ ہے کہ سیرت کے موضوع پر سب سے پہلے ابان بن عثمان نے قلم اٹھایا پھر زہری یہ قول اپنی جگہ یوں درست ہے کہ صحابہ کے دور میں ابتدا ان سے ہوئی جبکہ تابعین میں ابتدا ان سے اور پھر دوسرے مورخین۔

ابن اسحاق

ابن اسحاق کا نسب اس طرح ہے۔ محمد بن اسحاق بن یسار بن خیار ہے۔ انہیں ابن کوثان ابو بکر بھی کہا جاتا ہے، ابو عبداللہ المدنی القرشی مولی قیس بن مخرمۃ بن المطلب بن عبد مناف ہیں۔ ان کے جد امجد کا نام "یسار" ہے وہ "عین التمر" کے قیدیوں سے تھے، عین التمر کو حضرت ابو بکرؓ کے زمانہ میں خلافت ۱۲ھ میں مسلمانوں نے خالد بن ولید کے ہاتھوں اسے فتح کیا تھا حضرت خالد بن ولید نے عین التمر کے گرجا میں ابن اسحاق کے دادا کو بچوں میں پایا، جو کہ کسریٰ کے رہنے والے تھے۔ وہاں سے ان کو مدینہ لایا گیا۔

ابن اسحاق کی ولادت ۸۵ھ میں مدینہ میں ہوئی، کتب تاریخ اسی کو ترجیح دیتی ہے۔ باقی وفات کے بارے اقوال ۱۵۰ھ، ۱۵۱ھ، ۱۵۲ھ، ۱۵۳ھ یعنی ان چار سالوں میں محصور ہیں۔

ابن اسحاق نے جوانی مدینہ میں گزاری، یہ انتہائی حسین جمیل، خوبصورت چہرہ فارسی خدوخال خوبصورت بال، فریفتہ کرنے والی جوانی کے مالک تھے، ابن ندیم کے قول کے مطابق اگر درست ہو۔ امیر مدینہ کو یہ رپورٹ ملی کہ یہ عورتوں سے چھیڑ چھاڑ کرتے ہیں۔ تو اس نے ان کو بلا کر چند کوڑے لگوائے اور مسجد کے آخر پر بیٹھنے سے روک دیا۔

ابن اسحاق نے مدینہ سے دوسرے شہروں کی طرف رخ کیا۔ ہوتے ہوتے وہ اسکندریہ پہنچے، یہ ۱۱۵ھ کی بات ہے۔ اور اسکندریہ ان کا پہلا سفر ہے۔ وہاں مصر کے علماء کی ایک جماعت سے انہوں نے روایت بیان کی، جن کے نام یہ ہیں۔ "عبید اللہ بن المغیرہ، یزید بن حبیب، ثمامہ بن شفی، عبید اللہ بن ابی جعفر، قاسم بن قزمان السکن بن ابی کریمۃ" وغیرہ ابن اسحاق ہیں ان سے روایت کرنے میں منفرد ہیں، ان سے کسی اور نے روایت نہیں کی۔

پھر ان کا سفر کوفہ۔ الجزیرہ الری اور الحیرۃ۔ بغداد کی طرف ہوا، بغداد جا کر وہیں ڈیرے ڈال لیے۔ اور وہاں ان کی ملاقات منصور سے ہوئی، اور منصور کے کہنے پر اس کے بیٹے "المھدی" کے لیے سیرت کی کتاب لکھی۔ ابن اسحاق سے بغداد میں بہت سے لوگوں نے روایت کی ہے۔ مدینہ سے تو صرف ابن سعد ہی ہیں۔ بغداد میں جتنا عرصہ رہنا تھا رہے۔ بالآخر یہیں آپ کی وفات ہوئی۔ اور "خیزران" نامی قبرستان میں مدفون ہوئے۔

ابن اسحاق کے ثقہ اور غیر ثقہ میں محدثین کا اختلاف ہے۔ امام مالکؒ اور ہشام بن عروۃ بن الزبیر ان کے سخت مخالف ہیں وہ تو محدثین میں ان کو شمار ہی نہیں کرتے۔ انہیں کذب اور دجل تک پہنچانے میں کوئی دقیقہ فرد گذاشت نہیں کرتے، ابن اسحاق پر شیعہ ہونے، قدری اور مدلّس کے الزامات رکھے جاتے ہیں نیز یہ کہ وہ غیر ثقہ سے روایات لے لیتے ہیں۔ انساب میں وہ اکثر غلطی کرتے ہیں، اور اشعار اپنی کتابوں میں گھسیڑتے ہیں۔

بس ابن شہاب زہری ان کی قدر کرتے ہیں۔ علامہ شبلی نے سیرت میں لکھا ہے کہ "امام زہری کے دروازہ پر دربان مقرر تھا کہ کوئی شخص بغیر اطلاع اندر نہ آئے، لیکن محمد بن اسحاق کو عام اجازت تھی" [۱۸] اسی طرح شعبہ بن الحجاج، سفیان الثوری، زیاد البکائی ان کی توثیق کرتے ہیں کہ یہ ثقہ آدمی ہے۔ باقی امام مالکؒ اور محمد بن اسحاق کے درمیانی ایک ذاتی رنجش تھی، کہ ابن اسحاق امام مالک کے نسب پر اعتراض کرتے تھے، اور اسی طرح ان کے علم پر بھی ان کو اعتراض تھا۔ ابن اسحاق کہتے۔ ائتونی ببعض کتبہ، حتیٰ ابیّن عیوبہ، أنا بیطار کتبہ" [۱۹] ترجمہ: "میرے پاس ان کی کتابیں لائیں، میں آپ کو ان کے عیوب سے مطلع کرتا ہوں، میں ان کی کتابوں کا معالج ہوں۔"

لہٰذا اس وجہ سے امام مالک انہیں دجال کہتے تھے۔ اسی طرح ہشام بن عبدالملک بھی ابن اسحاق سے ناراض تھے۔ اس لیے ابن اسحاق نے ہشام کی بیوی سے روایت کی ہشام کے ذہن میں تھا کہ روایت بغیر رویت یعنی دیکھنے کے بغیر ناممکن ہے۔ گویا ابن اسحاق نے میری بیوی کو دیکھا ہے۔ جیسے وہ عیوب خیال کرتے تھے۔ لیکن شاید ہشام کے ذہن میں یہ بات نہ ہو کہ روایت پردہ میں ہو سکتی ہے۔ یا ابن اسحاق نے ان سے بچپن میں روایت لی ہو، یا وہ ابن اسحاق کے پاس بچپن میں آئی ہوں۔ پھر ہشام کو اس سے کیا تکلیف؟

باقی الزامات کے بارے میں خطیب نے اپنی کتاب "تاریخ بغداد" اور ابن سیدالناس نے اپنی کتاب "عیون الاثر" میں ان الزامات کا ردّ کیا ہے۔ بہر حال۔ ابن اسحاق کی شخصیت خصوصی اہمیت کی حامل ہے۔ بہت سے ائمہ حدیث نے ان کی روایت کو قبول کیا۔ جیسا کہ بخاری، مسلم، ابو داؤد، نسائی ترمذی اور ابن ماجہ وغیرہ [۲۰]

---

[۱۸] سیرت النبیؐ شبلی نعمانی ج ۱ ص ۳۲ ۔ سیرت ابن ہشام ج ۱ ص ۱۵ (عربی)۔

[۱۹] سیرت ابن ہشام ج ۱ ص ۱۵ (عربی)

[۲۰] سیرت ابن ہشام ج ۱ ص ۱۷ (عربی)

ہم اپنی بحث کو ابن عدی کے اس قول پر ختم کرتے ہیں، جس میں انہوں نے کہا۔

"ولو لم یکن لابن اسحاق من فضل، الا انه صرف الملوك عن الاشتغال یکتب لا یحصل منها یشئ، للاشتغال بمغازی رسول الله صلی الله علیه وسلم ومبعثه ومبتداء الخلق، لكانت هذه فضیلة سبق بها ابن اسحاق وقد فتشت احادیثه الكثیرة فلم اجد ما تهیأ ان یقطع علیه بالضعف وربما اخطأ واتهم فی الشئ بعد الشئ كما یخطئ غیره"

ترجمہ: ابن اسحاق کی اگر کوئی باعث فضیلت چیز نہ بھی ہو، تو صرف ان کا یہی کارنامہ کہ انہوں نے بادشاہوں کی توجہ ایسی کتابوں سے ہٹا دی جن سے انہیں کچھ حاصل نہ ہوتا تھا اور مغازی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کی سیرت کی طرف لگا دی، باقی میں نے بہت سے احادیث کی چھان بین کی، لیکن مجھے کوئی ایسی چیز نہیں ملی جس کی بناء پر انہیں ضعیف کہا جا سکے۔ ہاں بعض ایک جگہوں پر دوسروں کی طرح ان سے چوک ہوتی ہے۔" [۱۲]

گویا ابن اسحاق نے آنے والے مورخین، سیرت نگاروں کو سیرت نگاری کا ایک راستہ فراہم کر دیا مثلاً ابن ہشام، سہیلی وغیرہ اور پھر ان سے بعد کے لوگوں نے استفادہ علمی کیا اور آج تک لوگ کر رہے ہیں۔ وصلی اللہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ واجمعین۔ آمین۔

(بقیہ صفحہ نمبر ۵۹ سے)

رہنمائی کی ازحد ضرورت ہے۔ اگر مسلمان تبلیغی طرز پر منظم اور غیر محسوس انداز میں کام کرنا شروع کر دیں گے۔ یعنی تبلیغی وفود بھیج کر، اسلامی کتابیں ارسال کر کے، اقتصادی و سیاسی روابط قائم کر کے، وہاں کے علماء، سرکردہ شخصیات اور داعیان دین کو اسلامی ممالک میں مختلف مناسبات میں شرکت کی دعوت دے کر، اور وہاں کے تعلیمی طبقہ کو نوکریاں دلا کر اور طلبہ کو اپنے کالجوں اور یونیورسٹیوں میں داخلے دے کر ان سے اسلامی رشتہ کو مضبوط بنیادوں پر اگر استوار کیا جائے تو وہ وقت دور نہیں کہ سنگاپور ایک مسلم ملک بن جائے۔

علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

یارب دلِ مسلم کو وہ زندہ تمنا دے
جو قلب کو گرما دے، جو روح کو تڑپا دے

---

[۱۲] سیرتِ ابن ہشام ج ا ص۱۷ (عربی)

عبد اللہ حسنی ندوی

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آخری تین وصیتیں

کہا جاتا ہے کہ جب کوئی دنیا سے جانے لگتا ہے اور اس کو یقین ہو جاتا ہے کہ اب وہ زیادہ اپنے گھر والوں بال بچوں کے درمیان نہ رہ سکے گا تو ایسے نازک وقت میں اپنے کنبہ کے افراد کو بلاکر وہ ایسی باتیں کہتا ہے جن کو اپنی زندگی کا نچوڑ اور افراد خاندان کے لیے بہت اہم اور نہایت کارآمد و مفید سمجھتا ہے، دنیا سے جانے والا جتنا جہاندیدہ، تجربہ کار اور علم و عقل میں پختہ ہوتا ہے اس کے بقدر اس کی نصیحت و وصیت لائق توجہ اور قابلِ تقلید ہوتی ہے، اپنے اپنے زمانے کے صاحبان علم و فضل نے نصیحتیں اور وصیتیں کیں ہیں جن کو جمع کرکے بعض حضرات نے مستقل کتابیں تیار کردی ہیں، لیکن اس میں کوئی شبہ نہیں کہ ان میں حضرت رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال کو جو مرتبہ و مقام حاصل ہے وہ کسی صاحب ایمان سے پوشیدہ نہیں اور پھر جب کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے مرض الوفات میں بطور نصیحت و وصیت وہ باتیں ارشاد فرمائی ہوں۔

احادیث کو دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے آخری ایام زندگی میں امت اسلامیہ کو چند اہم امور کی طرف توجہ دلائی ہے اور ان میں بھی تین باتیں بطور خاص ارشاد فرمائیں جو بنیادی اور اصولی حیثیت رکھتی ہیں جن کے بغیر صحیح اسلامی معاشرہ کبھی بھی تشکیل نہیں پا سکتا۔

پہلی چیز کا تعلق عقائد سے ہے، حضرت عائشہؓ، حضرت ابن عباس وغیرہ راوی ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رحلت کا وقت قریب آیا تو ایک سیاہ دھاری دار چادر آپ پر پڑی ہوئی تھی آپ اس کو کبھی چہرہ مبارک پر ڈالتے تھے جب تکلیف ہونے لگتی تو اس کو ہٹا دیتے اسی حال میں آپ نے ارشاد فرمایا یہود و نصاریٰ پر خدا کی لعنت ہو انہوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو عبادت گاہیں بنا لیا اور یہ بھی ارشاد فرمایا میری قبر کو جشن گاہ (اور ایک روایت میں، سجدہ گاہ مت بنانا (بخاری)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کو عقیدہ کے بگاڑ اور شرک کی آلودگیوں سے محفوظ رکھنے کے لیے یہ نہایت واضح تعلیمات عطا فرمائی ہیں کیوں کہ اسلام کا بنیادی رکن توحید خالص ہے جس کے بغیر کوئی بھی عمل قابل قبول نہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب مبارک کے آئینہ میں یہ بات آئی کہ امت کے عقیدہ میں شرک کی آمیزش سب

سے زیادہ قبر پرستی سے آئے گی اور یہ امت مردہ پرست ہو کر رہ جائے گی، جس کا مشاہدہ ہم سب کھلی آنکھوں کر سکتے ہیں، مزاروں درگاہوں اور مقبروں میں کیا کچھ نہیں ہو رہا ہے بلکہ اب بعض جگہوں پر ایسا کھلم کھلا شرک ہو رہا ہے کہ بتوں کی پوجا اور اس میں فرق مشکل ہے اعاذنا اللہ منہا اس لیے آپ نے امت کو اپنے آخری مرض میں قبر پرستی کے فتنہ سے بچانے اور شرک جیسی گھناؤنی چیز سے محفوظ رکھنے کے لیے بار بار تاکید فرمائی اور اس سلسلہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ذات کا بھی استثناء نہیں فرمایا تاکہ ساری امت پر خوب اچھی طرح واضح ہو جائے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک کے ساتھ یہ مشرکانہ عمل نہیں کیا جا سکتا تو اولیاء و شہداء اور دوسرے نیک بندوں کی قبروں کے ساتھ تو بالکل ہی نہیں کیا جا سکتا اور ایسا کرنا سراسر ظلم ہو گا اور کفر و شرک کے مرادف ہو گا۔

دوسری بات آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عبادات کے تعلق سے فرمائی اور بار بار فرمائی وہ نماز کا اہتمام اور پابندی ہے کیونکہ یہ اسلام کی جان اور عبادات کی ریڑھ کی ہڈی ہے، اس کے بغیر اسلام کا تصور ہی نہیں تھا، اس کا نتیجہ یہ تھا کہ منافق بھی نماز نہیں چھوڑ سکتے تھے اور آج جو کچھ ہو رہا ہے اس پر آسمان و زمین بھی گریہ کناں ہوں تو کوئی تعجب نہیں، اور جہاں کہیں بھی کچھ بھی اسلامی شکل پائی جاتی ہے وہاں آج بھی نماز کو اولیت اور ترجیح حاصل ہے۔

تیسری بات معاملات کے تعلق سے ارشاد فرمائی اور بڑی اہمیت و تاکید سے فرمائی، غلاموں، ماتحتوں اور دستنگروں کی خبرگیری اور ان کے ساتھ حسن سلوک کی، وفات کے قریب آپ کی زیادہ تر وصیت یہ تھی:- الصلوٰۃ وما ملکت ایمانکم۔ دیکھو! نماز کا اہتمام کرنا اور غلاموں اور ماتحتوں کا خیال رکھنا، یہ آپ برابر فرماتے رہے، یہاں تک کہ زبان سے ان الفاظ کا ادا کرنا مشکل ہو گیا اور معلوم ہوا کہ آپ سینہ مبارک سے ان الفاظ کو ادا کرنے کی کوشش فرما رہے ہیں۔ آج کہنے کو تو دور غلامی ختم ہو گیا لیکن ذہنی، عقلی فکری اور اقتصادی غلامی کا ہر طرف دور دورہ ہے، ایسے غلاموں کی تعداد بڑھانے کے لیے طرح طرح کے اسباب اختیار کیے جاتے ہیں، کہیں اشتراکی عقل و فکر کی بالادستی قائم کرنے کے لیے اس کی مدح گرائی میں آسمان و زمین کے قلابے ملائے جاتے ہیں اور جھوٹ کو سچ اور سچ کو جھوٹ ثابت کرنے میں مہارت فن کا مظاہرہ کیا جاتا ہے، کہیں سرمایہ دار اپنی جھولیوں کو بھرنے کے لیے اور اپنی زمین ہموار رکھنے کے لیے ظلم و جبر کا سہارا لیتے ہیں اور غریب مزدوروں کا خون چوس چوس کر اپنی تجوریاں بھرتے اور ان کی محنت اور مشقت کے بل بوتے پر اپنی فلک بوس عمارتیں تعمیر کرتے ہیں، آج کے سرمایہ دار جو کارخانوں کے مالک فیکٹریوں کے ذمہ دار اور صنعت و حرفت کے ادارے چلانے والے ہیں، کیا وہ غریب مزدور اور مفلس ملازم کے حقوق کے بار گراں سے سبکدوش ہو چکے ہیں، کیا وہ اپنی مالی حالت بہتر بنانے اور سرمایہ کو مستحکم کرنے کی فکر میں ان معمولی پیشہ والوں کا استحصال نہیں کر رہے ہیں، کیا وہ مالکان و ذمہ داران مزدور کی بھرپور مزدوری، ملازم کی پوری تنخواہ اور کام کرنے والوں کی مکمل اجرت ادا کر رہے ہیں، حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ مزدور کی مزدوری اس کا پسینہ خشک ہونے

سے بیچے وغیرہ۔ (رواہ ابن ماجہ) اور ایک دوسری جگہ دھمکی آمیز لہجہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے، حدیث قدسی میں یوں فرمایا، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے قیامت میں تین آدمیوں کے میں خود مدمقابل ہوگا، ۱۔ وہ شخص جس نے میرے نام پر عہد کیا اور پھر غداری کی۔ ۲۔ وہ شخص جس نے کسی آدمی کو پکڑ کر بیچ لیا اور اس کا پیسہ کھاتا رہا۔ ۳۔ وہ شخص جس نے اجرت پر مزدور رکھے اور ان سے پوری پوری محنت لی اور اجرت و مزدوری نہیں دی۔ (رواہ مسلم)

ظاہر ہے کہ جب خداوند قدوس کسی کے مقابلہ پر آجائیں تو اس کی ہلاکت و بربادی میں کیا شبہ رہ جاتا ہے، ایسے تمام لوگوں کو اپنے گریبان میں منہ ڈال کر دیکھنا چاہیے کہ کہیں وہ اپنے کام سے اپنی ہلاکت و بربادی کا سامان تو نہیں کر رہے ہیں، دیکھنے میں تو دولت کے انبار لگا رہے ہوں اور حقیقتاً ذلت و رسوائی جمع کی جا رہی ہو، ایسی ہی دولت و کمائی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

"وشارکھم فی الاموال والاولاد وعدھم وما یعدھم الشیطان الا غروراً"

اے شیطانو! تم ان کے مال و اولاد میں ساجھے دار بن جاؤ اور ان سے خوب وعدے کرو حالانکہ شیطان کے وعدے محض دھوکا ہیں۔

یہ خالص مال نہیں ہے اس میں شیطان کی ساجھیداری اور شرکت ہے، اس کے وعدے و حیلے کی کارفرمائی ہے، جو وہ طرح طرح سے دل و دماغ میں ڈالتا، اس کے لیے راستے پیدا کرتا رہتا اور غلط کو صحیح اور حرام کو حلال کے خوشنما لباس میں پیش کرتا رہتا ہے، اس کے ساتھ پیسے کی بڑھتی ہوئی ہوس اور بینک بیلنس کا شوق ان وعدوں کے چکر اور حیلوں کے ہیر پھیر میں مبتلا کر دیتا ہے اور اس طرح ان اغنیاء و اثریاء کو حقوق کی پامالی کے وبال میں گرفتار اور مزدوروں اور بے کسوں کو آہ و زاری کا شکار بنا دیتا ہے، ایسی دولت کے آنے سے اگرچہ سرمایہ دار کا گھر بھر جاتا ہے لیکن حقیقت میں اس کا گھر اجڑ جاتا ہے اس کی مثال ایسے آدمی کی سی ہے جو دیکھنے میں تر و تازہ و صحت مند معلوم ہوتا ہو لیکن اندر سے روگ نے اس کو گھلا دیا ہو۔

ہونا یہ چاہیئے تھا کہ وہ اس طبقہ کے لیے ایسی پالیسی وضع کرتے جس سے اس کا اقتصادی بحالی اور معاشی استحکام حاصل ہوتا، اسی کی طرف اس مشہور حدیث میں اشارہ پایا جاتا ہے جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان تین آدمیوں کا قصہ سنایا ہے جو کہیں جنگل میں چلے جا رہے تھے رات گذارنے کے لیے ایک غار کا انتخاب کیا لیکن رات کو اس کے دہانے پر ایک چٹان آ کر اٹک گئی نکلنے کی کوئی سبیل نہیں رہ گئی۔

آخر تینوں نے آپس کے مشورہ سے دعا کا سہارا لیا اور باری باری اپنے نیک اعمال کے وسیلہ سے جو ان نے زندگی میں کیے تھے دعا شروع کی اور چٹان کھسکنی شروع ہوئی، آخر میں تیسرے آدمی نے اپنے نیک عمل تذکرہ یوں کیا، اے اللہ میں نے کچھ مزدور بلائے انہوں نے کام کیا میں نے ان کو اجرت دے دی ایک مزدور

بغیر اجرت لیے کہیں چلا گیا، میں نے اس کی مزدوری کو تجارت میں لگا دیا تجارت میں بڑی برکت ہوئی اور ہر قسم کے مال کی فراوانی ہو گئی ایک عرصہ کے بعد وہ اپنی مزدوری لینے آیا اور مجھ سے اس نے کہا اے اللہ کے بندے میری اجرت مجھے دے دے، میں نے کہا جو مال تم کو نظر آ رہا ہے غلام اور جانور وغیرہ یہ سب تمہارا ہی ہے یہ سن کر اس نے وہ ساری چیزیں اپنے ہمراہ لیں اور چل دیا، میرے لیے اس نے کچھ نہ چھوڑا، اے اللہ اگر میں نے یہ تیری رضا کے لیے کیا ہو تو جس مصیبت میں ہم ہیں اس سے ہم کو نجات عطا فرما، اس کے بعد وہ چٹان ہٹ گئی اور وہ لوگ صحیح سلامت نکل آئے۔

اس سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ مزدور کی رعایت، اس کی ترقی کی فکر، معاشی استحکام کے اسباب کی فراہمی کتنے اجر و ثواب کا باعث اور کتنے مصائب و آلام سے نجات کا سبب بن سکتا ہے، بس یہ ہے کہ آدمی اللہ کی رضا و خوشنودی کے لیے کام کرے، اس کے برعکس اس مزدور پیشہ، ملازمت پیشہ طبقہ اور معمولی کام کرنے والوں سے غلط فائدہ اٹھانا، ان کو اپنی ترقی کا زینہ سمجھنا اور ان کے گاڑھے پسینہ، مہارت فن اور محنت و مشقت کو اپنی دولت ستانی کا ذریعہ اور اپنے تعیش کا وسیلہ بنا کر ان کے لیے سارے راستے بند کر دینا تاکہ وہ ہمیشہ دست نگر اور محتاج بنے رہیں، ان کے لیے دونوں جہاں کی بے برکتی اور مصائب و آلام کا پیش خیمہ ہے جس میں مبتلا ہو کر وہ ذہنی الجھنوں میں گرفتار اور دوسری پریشانیوں کا شکار ہو جاتے ہیں۔

یہ ہیں وہ چند بنیادی اور اساسی امور جن سے ایک بہتر اسلامی ماحول تشکیل پاتا ہے اور ایک صحیح اسلامی معاشرہ کی تعمیر ہوتی ہے ان کو آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تین وصیتیں کہہ لیجئے یا نصیحتیں، کیونکہ آپ نے تین بنیادی امور عقائد و عبادات اور معاملات کی تین اساسی و اصولی چیزیں ذکر کر دیں اب جو عقائد میں جو شخص قبر پرستی اور غیر اللہ کے سامنے سجدہ کرنے سے اپنے آپ کو بچائے اس کے لیے توحید کی شاہراہ ہموار ہو جائے گی اور دوسرے مشرکانہ معاملات سے بآسانی بچ سکے گا لیکن جو قبر پرستی کا شکار ہوا تو غیروں کے بارے میں حاجت روائی، مشکل کشائی، نجات دہندگی اور نہ جانے کیا کیا تصورات اور اعتقادات اس کے ذہن و دماغ کی سلوٹوں میں بیٹھ جائیں گے، ایسے شخص کی ہلاکت و بربادی میں کوئی کلام نہیں، قرآن کریم اور کلام رسول اس پر شاہد عدل ہیں۔

اسی طرح عبادات میں جو شخص نماز جیسی اہتم بالشان عبادت میں کوتاہی کرنے والا ہوگا تو جیسا کہ امام الامت حضرت امیرالمومنین سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جو نماز کا ضائع کرنے والا ہوگا تو وہ دوسری چیزوں کا بدرجہ اولیٰ ضائع کرنے والا ہوگا، اب جو نماز کو نماز کی طرح ادا کرے گا اور اس کا اہتمام کرے گا وہ کیسے دوسری عبادات میں کوتاہی کر سکتا ہے، اور کیسے دوسرے امور میں لاقانونیت برت سکتا ہے

معاملات میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے غلاموں اور دست نگروں کے حقوق کی اہمیت بیان فرمائی

(بقیہ صفحہ نمبر ۴۸ پہ)

قومی خدمت ایک عبادت ہے

اور

سروس انڈسٹریز اپنی صنعتی پیداوار کے ذریعے

سال ہا سال سے اس خدمت میں مصروف ہے

مولانا محمد اقبال رنگونی مانچسٹر

پاکستان سے شراب پر پابندی اٹھانے کا امریکی مطالبہ

حماقت اور بددیانتی کی واضح مثال

امریکہ نے کہا ہے کہ پاکستان شراب پر عائد پابندی فوری طور پر اٹھائے کیونکہ شراب کے باعث لوگ منشیات کی طرف راغب ہو رہے ہیں۔ امریکی حکومت کے اعلیٰ افسروں نے پاکستان کے اعلیٰ حکام کو مشورہ دیا ہے کہ امریکہ کے خیال میں پاکستان میں جو لوگ نشہ کرتے ہیں وہ ضیاء الحق کے دور میں شراب پر پابندی کے باعث منشیات استعمال کرنا شروع کر دی تھی باخبر ذرائع کے مطابق امریکہ کے اس مشورہ پر سنجیدگی سے غور کیا جا رہا ہے۔ رپورٹ کے مطابق حکومت سندھ نے صوبے میں نہ صرف شراب کشید کرنے کی اجازت دے دی ہے بلکہ ان کشیدہ کاروں کو از سر نو پرمٹ بھی جاری کر دیئے ہیں جو سابق حکومت نے منسوخ کر دیئے تھے (روزنامہ جنگ لندن ۱۲ر فروری ۹۴ء)

امریکہ کا یہ مطالبہ سراسر غیر معقول اور احمقانہ مطالبہ ہے۔ اس پر غور کرنے کی ضرورت ہی نہیں۔ دو ٹوک لفظوں میں امریکہ پر واضح کر دیا جائے کہ یہ انتہائی غلط مطالبہ ہے۔ سوال یہ ہے کہ شراب پر عائد پابندی اٹھالی جائے اور اس کا استعمال خلاف قانون نہ ہو تو کیا منشیات کا استعمال رک جائے گا؟ اگر جواب اثبات میں ہو تو پھر غور فرمایئے کہ خود امریکہ اور یورپ کے ممالک میں منشیات کا استعمال روز بروز کیوں بڑھ رہا ہے؟ شراب پر پابندی اٹھا لینے سے منشیات سے نجات مل جاتی تو امریکہ اور یورپ اس خباثت سے ضرور نجات حاصل کر لیتے۔ لیکن اخبارات اور اعداد و شمار گواہ ہیں کہ پورے یورپ اور امریکہ میں منشیات کا استعمال بہت زوروں پر ہے بالخصوص نوجوانوں میں یہ مرض جنگل کی آگ کی طرح پھیل رہا ہے۔ منشیات کے عادی معمولی رقم کے لیے کسی کی جان لے لینا ایک معمول کی بات سمجھتے ہیں۔ خود امریکہ میں شام کے وقت رقم لے کر باہر نکلنا جان سے ہاتھ دھونا ہے۔ کیونکہ منشیات کے عادی راستہ روک کر اور بندوق دکھا کر رقم چھین لیتے ہیں۔ اب امریکہ کی حکومت اور اس کے اعلیٰ حکام ہی بتلائیں کہ ان ممالک میں شراب پر پابندی کس نے عائد کی تھی؟ کہ نوجوان منشیات کی طرف راغب ہو رہے ہیں۔

پھر ان ممالک میں شراب پینے پلانے اور اس کی تشہیر کی بھی عام اجازت ہے حتیٰ کہ آٹھ اور نو سال کے بچے بھی شراب کا استعمال کرنے سے نہیں کتراتے۔ ایکسٹر یونیورسٹی کے ہیلتھ یونٹ (HEALTH UNIT) کے

ایک سروے کے مطابق آٹھ اور نو برس کے پچاس فی صد بچوں نے بتلایا کہ انہوں نے مختلف اقسام کی شراب استعمال کی ہے ۔ اسی رپورٹ میں کہا گیا ہے کہ اسکول کے بچوں کی ایک بڑی تعداد الکحل کے استعمال کا تجربہ رکھتی ہے رپورٹ تیار کرنے والے یونٹ کے ڈائریکٹر نے کہا ہے کہ بچوں میں شراب نوشی کا رجحان بہت زیادہ ہے ایک سروے سے یہ بھی پتہ چلا ہے کہ چالیس فی صد بچے اور بچیاں والدین کے علم کے بغیر گھروں میں شراب استعمال کرتے ہیں ۔ روزنامہ آواز ۲۴ نومبر ۱۹۹۳ء) بلکہ حکومت برطانیہ نے لائسنسنگ کے قانون میں جو مجوزہ تبدیلی کی ہے اسکے تحت آئندہ سال ۱۴ سال سے کم عمر کے بچے اپنے والدین کے ہمراہ شراب خانے جا سکیں گے (روزنامہ جنگ لندن ۱۴ جنوری ۱۹۹۴ء)

شراب خانہ خراب کی اس قدر کھلی اجازت کے باوجود یورپ میں منشیات کا بے دریغ استعمال بتلا رہا ہے کہ شراب پر پابندی ہٹانے سے منشیات کا استعمال ہرگز نہیں رکے گا ، بلکہ لازمی ہے کہ خود شراب پر پابندی عائد کی جائے اور ہر قسم کی نشیلی اشیاء کو خلاف قانون قرار دیا جائے تاکہ معاشرہ بدامنی اور آئے دن قتل وغارت گری کے واقعات سے نجات حاصل کر سکے ۔

جس امریکہ نے پاکستان کے اعلیٰ حکام سے شراب پر عائد پابندی اٹھانے کا مطالبہ کیا ہے اسی امریکہ کی حکومت کے اعلیٰ حکام نوجوانوں میں شراب نوشی کے رجحان کے اضافہ پر پریشان ہیں ۔ امریکہ سے نشر ہونے والے ٹیلی ویژن پروگرام سی بی اسے نے ۱۱ فروری ۱۹۹۴ء کی خبروں میں بطور خاص اس موضوع کا تذکرہ کیا ہے اور بتلایا ہے کہ امریکہ میں نوجوانوں میں شراب نوشی کا عام رجحان ٹیلی ویژن پر دیے جانے والے اشتہارات کے مرہون منت ہیں ، حکومت چاہتی ہے کہ اس قسم کے اشتہاروں میں کمی لائی جائے ۔ تاکہ نوجوان شراب نوشی سے باز رہ سکیں ۔ رپورٹ میں نوجوانوں نے بھی اس بات کا اعتراف کیا کہ شراب کے اشتہارات نے ہی انہیں شراب نوشی کی طرف مائل کیا ہے اس سے صاف واضح ہے کہ شراب اور منشیات کو ایک دوسرے سے وابستہ کرنا ایک غیر معقول بات ہے جس طرح منشیات کی قباحت اپنی جگہ مسلم ہے اسی طرح شراب کی خباثت بھی ہر ایک پر عیاں ہے ۔ یہی وجہ ہے کہ امریکی اور یورپی مفکرین بارہا اس کی خباثتوں کو واضح کر چکے ہیں ۔ اور دبے لفظوں میں اس پر پابندی لگانے کا عندیہ بھی دے چکے ہیں ۔ ڈاکٹروں کی تحقیق سے یہ بات واضح ہو چکی ہے کہ شراب کے ہر گلاس سے دماغ کے اعصاب ختم ہو جاتے ہیں جو اعصاب ضائع ہو جاتے ہیں وہ دوبارہ پیدا نہیں ہوتے یہ ایک ایسا نقص ہے جس کی نہ تو تلافی کی جاسکتی ہے اور نہ ہی علاج سے کوئی فائدہ ہوتا ہے اس انحطاط سے یادداشت قوت فیصلہ اور اعصابی نظام کمزور ہو جاتا ہے اور کچھ عرصہ بعد ایک پڑھے لکھے آدمی کا دماغ بے کار ہو جاتا ہے ۔ امریکہ ماہرین علم الامراض نے بھی اپنی تحقیقات میں شراب کی جسمانی مضرتوں کو خوب واضح کیا ہے ۔ ان کا بھی کہنا ہے کہ اس سے جسم کا دفاعی نظام مفلوج ہو جاتا ہے بالخصوص پھیپھڑوں کی سوزش میں خون کے سفید دانے غیر متحرک ہو جاتے ہیں اور اس طرح بیماری کی تخریبی کاروائی بھرپور

نقصان کا باعث ہو جاتی ہے۔ ان سب شہادتوں کے باوجود امریکی حکومت کا پاکستانی حکومت سے یہ مطالبہ کہ شراب پر عائد پابندی فوری طور پر اٹھائی جائے ایک انتہائی غلط اور غیر معقول مطالبہ ہے جسے ذرا بھی اہمیت نہ دی جائے۔ اور جن لوگوں کو شراب کے از سر نو پرمٹ جاری کئے گئے ہیں۔ فوری طور پر منسوخ کئے جائیں۔ اور آئندہ کے لیے اسے خلاف قانون ہی رہنے دیا جائے۔ اس لیے کہ مملکت خداداد پاکستان امریکہ کا کوئی صوبہ نہیں۔ بلکہ یہ مسلمانوں کا ملک ہے۔ یہاں امریکہ کی نہیں اسلام کی حکمرانی ہوگی۔ اور اسلام کی نظر میں شراب ام الخبائث کا درجہ رکھتی ہے۔ اور اسلام ہی کو یہ فخر حاصل ہے کہ اس نے سب سے پہلے اس پر پابندی لگا کر ملک و ملت کو اس لعنت سے صاف کر دیا۔ مولانا عبد الماجد دریا آبادی مرحوم لکھتے ہیں۔

اسلام نے اپنے ایک اشارہ سے اپنے حدود مملکت سے کہنا چاہیئے کہ ان خبائث کا خاتمہ ہی کر دیا اور اشخاص و افراد کی کارستانیوں سے قطع نظر امت کی نظر میں بحیثیت مجموعی لفظ شرابی اور لفظ جواری دونوں کو انتہائی تحقیر و ذلت کا لقب ٹھہرایا۔ یہ اسلام ہی کا اعجاز ہے کہ اس نے اپنے پیروؤں کو جہاں تک ان اخلاقی نجاستوں کا تعلق ہے پاکیزگی اور ستھرائی کے اس بلند مقام پر پہنچا دیا جہاں تک علم و فضل فہم و دانش کے بلند و بانگ دعوؤں کے آج تک نہ کوئی اعتدال۔ احتیاط کی تبلیغ کرنے والی انجمن پہنچا سکی نہ ہی کوئی قانون امتناع جاری کرنے والی حکومت۔

سر ولیم اپنے نہیں بے گانے ہیں۔ معتقد نہیں منتقد ہیں اس کے باوجود یہ لکھنے پر مجبور ہیں کہ اسلام فخر کے ساتھ یہ کہہ سکتا ہے کہ ترک مے کشی کرانے میں جتنا وہ کامیاب ہوا ہے کوئی اور مذہب نہیں ہوا۔ (لائف آف محمد ص ۵۲۱)

انیسویں صدی کے ربع آخر میں لندن میں چرچ کانگریس کے ایک اجلاس کے موقع پر ایک ممتاز پادری اسحاق ٹیلر نے کہا تھا کہ دنیا میں انسداد مے نوشی کی سب سے بڑی انجمن خود اسلام ہے برخلاف اس کے ہمارے یورپین تجارت کے قدم جہاں جہاں پہنچتے جاتے ہیں شراب نوشی اور بدکاری اور لوگوں کی اخلاقی پستی بڑھتی جاری ہے۔ (انسائیکلوپیڈیا آف برٹانیکا جلد ۲۶ ص ۵۹)

جہاں تک لوگوں کا یہ کہنا کہ اس میں بیماریوں کے لیے شفا بھی ہے ان کا کہنا غلط ہے یہ سراسر بیماری ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت پہلے اس خیال کی تردید فرما چکے ہیں۔

کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

ذلك داء وليس بشفاء (شرح معانی الآثار للطحاوی جلد ص ـــ)

یہ تو بذات خود بیماری ہے اس میں شفاء کہاں ڈھونڈ رہے ہو۔

جناب پروفیسر غلام ربانی انور
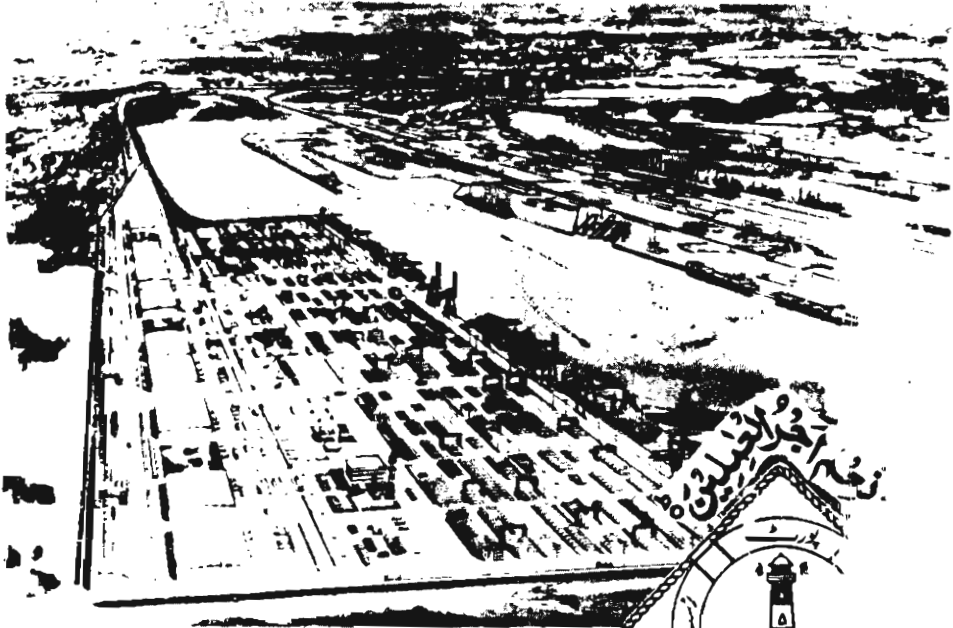
علم و حکمت کے پیکر دارالعلوم تکی مروت کے حضرت مولانا ناظم صاحبؒ

(ایک علمی اور روحانی شخصیت)

حضرت مولانا حبیب اللہ صاحب دارالعلوم تکی مروت کے ناظم اعلیٰ بھی گزشتہ ماہ اللہ کو پیارے ہوگئے مرحوم کو جامعہ دارالعلوم حقانیہ، اور شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ سے والہانہ تعلق تھا تمام سیاسی اور مذہبی تحریکات میں انہوں نے ہمیشہ مولانا عبدالحقؒ کا اتباع کیا دارالعلوم کے مہتمم ثانی حضرت مولانا سمیع الحق کے دینی اور سیاسی مساعی پر ہمیشہ خوش ہوتے تھے اور مولانا کو غائبانہ اپنی مخلصانہ دعاؤں سے نوازا کرتے تھے انہوں نے دارالعلوم حقانیہ سے بھی اکتساب فیض کیا تھا حضرت شیخ کے خصوصی تلامذہ میں سے تھے دارالعلوم مرحوم کے ورثاء اور پسماندہ کے ساتھ برابر کا غم میں شریک ہے اللہ تعالیٰ کروٹ کروٹ مرحوم کو اپنی رحمتوں سے نوازے۔ (ادارہ)

؎ کچھ ایسے بھی اُٹھ جائیں گے اِس بزم سے جن کو — تم ڈھونڈنے نکلوگے مگر پا نہ سکوگے

بڑے بڑے انسانوں کے دِل موت کی سنگینی کے سامنے چھوٹ گئے۔ کئی آبدار موتی اسس نے اُچک لیے۔ کتنے ہی گنجہائے گرانمایہ زیرِ زمین ہوگئے اور علم و حکمت و حسن و جمال کی کیسی کیسی صورتیں پیوند خاک ہو کر ابدی نیند سوگئیں۔ ؎

مت سہل انہیں جانو پھرتا ہے فلک برسوں — تب خاک کے پردے سے انسان نکلتے ہیں

اس دنیا میں اللہ تبارک و تعالیٰ نے بڑے بڑے برگزیدہ انبیاء۔ اولیاء۔ صوفیاء اور بزرگانِ دین کو بھیجا۔ اور اپنا وقت اور مشن پورا کر کے چلے گئے۔ دنیا میں جو آیا۔ جانے کے لیے جو نقش اُبھرا مٹنے کے لیے اور چشم بینا موجودات کے ہر ذرہ پر كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ کا نوشتۂ ازل کندہ دیکھتی ہے ؎

جز ذاتِ خداوند کہ ہے دائم و قائم — دنیا میں سدا کون رہا ہے نہ رہے گا

آہ۔ زہد و اتقا۔ علم و عرفان اور روحانی آسمان کے درخشندہ ستارے دارالعلوم اسلامیہ لکی مروت کے ناظم اعلیٰ حضرت مولانا حبیب اللہ رحمۃ اللہ علیہ جن کے لیے اللہ تعالیٰ نے علوم ظاہری و دینیہ کے خزانے سہل کر دیئے تھے اور اسرار باطنی کے گنجینے بھی ان کے لیے ارزاں تھے سے

در کفے جام شریعت در کفے سندانِ عشق　　　ہر ہوسناکے نداند جام و سنداں باختن

وہ دارالعلوم لکی مروت کے بانی ارکان میں سے تھے۔ جن کی پوری حیات ایک روشن مینار کی مانند تھی۔ جن سے پاکستان و افغانستان اور دیگر کئی علاقوں کے علماء اور طلبہ نے مختلف قسم کے علوم ظاہری و باطنی میں استفادہ کیا وہ ایک ایسے روشن چراغ تھے کہ جس کی ضیا پاشیوں سے بہت سے مسلمانوں کے قلوب جگمگا اُٹھے۔ اگرچہ اُن کا تعلق ضلع ڈیرہ اسماعیل خان کے ایک پُربہار اور جنت نظیر کہار کی وادی "پنیالہ،، کے ایک علمی گھرانے سے تھا۔ لیکن انہوں نے دُور دُور کئی بڑے بڑے بزرگوں اور علماء سے علم و کمال کی تحصیل کی فارغ دیوبند تھے۔ عالم باعمل۔ قاری۔ خوش الحان۔ خوش شکل۔ خوش گفتار۔ خوش نویس ایک ادیب اور شاعر بھی تھے۔ جب قرآن پڑھتے تو محسوس ہوتا ایک ایک حرف روح کی زبان سے ادا ہو رہا ہے سننے والوں پر رقت طاری ہو جاتی۔ وہ ایک بہترین خطیب تھے جب خطابت پر آتے تو پتھر دلوں کو گداز کرتے۔ ان کی دُعاؤں میں وہ تاثیر ہوتی کہ دلوں کو گرماتی اور روحوں پر سرخوشی بن کر چھا جاتی۔ میں نے بڑے بڑے سرکشوں کو اس کی محفلوں میں زار و قطار روتے ہوئے دیکھا تھا۔ علم کے سمندر تھے تمام مذہبی افکار و نظریات سے آشنا تھے۔

انتہائی خشوع و خضوع والے بزرگ تھے۔ علاقہ مروت کے لوگ دُور دُور سے آپ کی وعظ اور خطبہ سننے آتے۔ پتنگوں کی طرح اِس شمع عاشقِ رسولؐ کے گرد جمع ہوتے۔ عقیدت اور ارادت کے پھول نچھاور کرتے۔

حضرت مولانا ناظم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بڑے باعمل عالم ہونے کی سب سے بڑی دلیل یہ تھی کہ وہ حد درجہ منکسر المزاج تھے۔ فخر و غرور نام کو نہ تھا خوبیٔ گفتار و کردار کا کیا کہئے۔ اُن میں انسانیت، شرافت شائستگی اور حلم و وقار کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا خلیق و ملنسار بامروت اور باحیا تھے۔ خوش اطوار اور خوش طبع تھے آپ کے چہرے پر ہر وقت بشاشت رہتی تھی۔

حضرت مولانا ناظم صاحب کی ذاتی مساعی اور کوششوں سے لکی مروت کے بہت سے غیر آباد مساجد آباد ہوگئے۔ جہاں آپ نے جمعہ کا ایک خطبہ دیا بس وہ مسجد آباد ہوگئی۔ وہ زندگی بھر علم و تدریس اور وعظ و تبلیغ سے وابستہ رہے۔ اصلاح قوم پر کمربستہ رہتے شعلہ بیان لیکن درویش صفت عالم تھے۔

لکی مروت میں ۲۵ سال خدمتِ دین کا فریضہ انجام دیا لیکن ذاتی گھر تک نہ بنایا۔ مولانا سے جو ایک دفعہ ملتا۔ بس اسی کا گرویدہ بن جاتا۔ خدا نے اس میں ایک روحانی کشش رکھی تھی۔ ان کا خلوص اور ایمان بہت بلند تھا۔ اُن کے ظاہر و باطن میں کوئی فرق نہ تھا۔ ان کی ہستی شرافت و نجابت کا پیکر تھی۔

آج بھی ضلع لکی مروت۔ بنوں۔ ڈیرہ اسماعیل خان بلکہ پورے جنوبی اضلاع کے علماء طلبہ شرفاء اور عوام کے دلوں میں اس کی یاد تازہ ہے اور تازہ رہے گی اس لیے کہ انہوں نے اپنی قیمتی زندگی خدمتِ دین کے لیے وقف کر دی تھی۔ وہ ایک حق گو اور بے باک انسان تھے۔ میں نے اُسے کبھی کسی گروہ یا انسان کے خلاف نفرت کرتے یا گلہ شکوہ کرتے نہیں سُنا۔ میٹھے اور دلربا آدمی تھے۔ آپ نے اپنے علم اور باطنی فیوض سے انسانوں کی ذہنی و فکری بالیدگی فرمائی۔

سچے اور پُرخلوص عاشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔ ایسے ویسے عاشق نہیں۔ بلکہ دیارِ عشق میں سب کچھ لٹا گئے۔ جب پہلے حج سے واپس آئے۔ تو ایک خطبے میں درد بھرا نعتیہ کلام ایسا سُنایا کہ خود بھی چیخ چیخ کر روتے رہے اور سننے والوں کو ایسا رلایا کہ خود رونے کو ترس آیا۔ "البکاء" کا لفظ اگر کسی کے لیے ہے تو وہ حضرت مولانا حبیب اللہ تھے۔ ساری زندگی عشقِ رسول میں روتے روتے رخساروں پر گڑھے بن چکے تھے۔ اور اُن آنسوؤں پر کیا گزری ہوگی جو دل میں آئے مژہ تک آنہ سکے۔ بے شک ؎

کی محمدؐ سے وفا تُو نے تو ہم تیرے ہیں　　　یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں

علم و عرفان کی چلتی پھرتی ہستی تھی۔ مسجد میں بازار میں دارالعلوم میں گلیوں میں کھلیانوں میں لوگ آپ سے مختلف مسائلِ دین پوچھتے اور آپ جواب دیتے۔ کبھی اس میں عار محسوس نہیں کی کسی گلی میں مجھ سے مسائل پوچھے جا رہے ہیں۔ دارالعلوم میں دارالافتاء کے انچارج تھے۔ مختلف فتوے ڈاک کے ذریعے پوچھے جاتے آپ جوابات دیتے۔ مسائلِ دین میں بہت تحقیق کرنے والے عالم تھے جب ایک دفعہ فتویٰ صادر فرما دیتے چٹان کی طرح اس پر ڈٹے رہتے۔

ایک دفعہ مجھے یاد ہے صدر یحییٰ خان کے مارشل لاء کا دور تھا حکومت نے اعلان کیا۔ کہ کوئی حکومت کی مرضی کے بغیر عید نہیں کرے گا۔ آپ کے پاس چاند کی شہادتیں آئیں۔ آپ نے عید کا فتویٰ دیا۔ حکام بالا حرکت میں آئے آپ نے کسی کی پرواہ نہ کی۔ اور کھلے میدان میں نماز عید پڑھائی۔ بہت نڈر۔ داعی اور حق پرست عالم تھے۔ امیروں اور جاگیرداروں کے خلاف تھے اور غریبوں کے دوست اور غریب پرور تھے۔ بڑے روحانی کمالات کے حامل بزرگ تھے۔ بڑے بڑے افسران کو خاطر میں نہیں لاتے تھے۔

حضرت ناظم صاحب رحمۃ اللہ علیہ عام عادات، اطوار اور اخلاق میں سراپا سنت معلوم ہوتے تھے۔

آپ نے اپنی ظاہری اور باطنی علوم سے شجرِ اسلام کی آبیاری کی۔ آپ میں جرأت۔ استقامت اور استقلال کے قدرتی محاسن موجود تھے۔ آپ فروعی اختلافات اور گروہ بندی میں کبھی نہ پڑے۔ علماءِ دیوبند کے نمائندے تھے۔

آخری عمر میں بہت ضعیف اور کمزور ہو گئے۔ مختلف جسمانی امراض نے آن گھیرا۔ لیکن آپ کے دینی مشاغل میں فرق نہ آیا۔ گویائی ختم ہو گئی لیکن تلاوت اور وردِ حدیث زبان پر تھی۔ علم و عرفان کی یہ شمع آخر کار اس سال رمضان المبارک کی ایک مقدس رات کو بجھ گئی۔

آپ کی موت علاقۂ مروت کے لیے خصوصاً اور پاکستان کے لیے عموماً ایک بڑا صدمہ ہے۔ آپ لکی مروت کی بڑی جنازہ گاہ میں آسودۂ خاک ہیں۔ ع

خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را

(بقیہ صفحہ نمبر ۳۸ سے)

کیوں کہ جو شخص اپنے ماتحتوں، غلاموں اور بے کس و مجبور لوگوں کے حقوق کی ادائیگی میں کوتاہی نہ کرے گا وہ کیسے پڑوسیوں، ہمسایوں، عزیز و اقارب اور والدین وغیرہ کے حقوق میں کوتاہی کر سکتا ہے، بلکہ اس کے دل میں کمزور طبقہ سے ہمدردی و الفت ایسی پیدا ہو جاتی ہے کہ وہ ان کے دکھ کو اپنا دکھ اور ان کے سکھ کو اپنا سکھ تصور کرنے لگتا ہے، پھر اللہ تعالیٰ اس کی اس کیفیت کی وجہ سے برکتوں اور نعمتوں سے نوازتے ہیں اور اس کے سامنے ہمہ وقت اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ ارشادات تازہ رہتے ہیں کہ جو مجھ سے محبت کا دعویٰ کرتا ہے اس کو فقر و فاقہ کے لیے تیار رہنا چاہیئے، مجھے ضعفاء میں تلاش کرو، اے اللہ مجھے مسکین رکھ اسی حالت میں موت دے اور مسکین ہی اٹھا۔ آمین یا رب العالمین۔

قارئین کی خدمت میں

بعض ناگزیر وجوہ کی بنا پر الحق کا تازہ شمارہ قارئین کی خدمت میں تاخیر سے پیش کیا جا رہا ہے جس پر ادارہ معذرت خواہ ہے اس کے بعد کا شمارہ بھی آخری مراحل میں ہے جو بروقت پہنچ جائے گا ان شاء اللہ۔ اس طرح پرچہ کی اشاعت پھر سے حسب معمول اور بروقت ہوا کرے گی۔ (ادارہ)
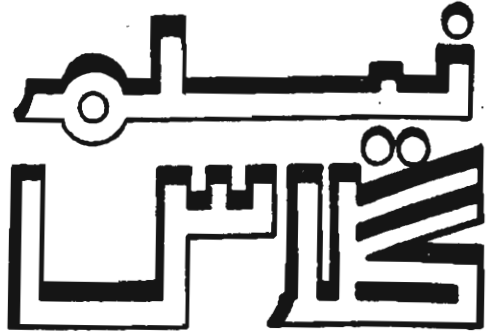
يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ
حَقَّ تُقٰتِهٖ وَلَا تَمُوْتُنَّ
اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ۝ وَاعْتَصِمُوْا
بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا

O ye who believe! Fear God as He should be feared, and die not except in a state of Islam. And hold fast, all together, by the Rope which God stretches out for you, and be not divided among yourselves.

PREMIER TOBACCO INDUSTRIES LIMITED

مولانا ذاکر حسن نعمانی
رکن ادارۃ العلم والتحقیق دار العلوم حقانیہ

فقہی اختلافات کے اسباب

اسلام کی عمارت کی بنیاد دو چیزیں عقائد اور اعمال ہیں۔ اسلام مکمل اور ابدی دین ہے ہر پہلو میں مکمل راہنمائی ہے۔ اختلاف کی حقیقت سمجھنے سے پہلے مقام اختلاف کی نشان دہی ضروری ہے جہاں شریعت کی طرف سے واضح نص قرآن یا حدیث کی شکل میں موجود ہو وہاں اختلاف و اجتہاد کی گنجائش نہیں ہوتی۔ لیکن اللہ تبارک وتعالیٰ نے حکمت بالغہ کے تحت بعض امور کی تشریح امت کے علماء و مجتہدین پر چھوڑ دی تاکہ اسی میں غور و خوض کے بعد خود اپنے لیے اور مقلدین کے لیے عمل کی راہ متعین کر سکیں اور ثواب کما سکیں۔ ان امور اجتہادیہ میں اختلاف ناگزیر ہے۔

فقہی اختلاف کی بنیاد اصول فقہ ہے۔ کیونکہ فقہ کی عمارت اصول فقہ کی وجہ سے قائم ہے۔ اس وقت مختلف مذاہب کی مختلف کتابیں اصول فقہ کے موضوع پر پائی جاتی ہیں۔ ان کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ اصول فقہ میں اختلاف موجود ہے رہا یہ سوال کہ اصول فقہ کے ایجاد کی کیا دلیل ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اصول فقہ شارع کی مراد تک پہنچنے کا ایک زبردست ذریعہ ہے۔ مثلاً آپ کسی سے کنوئے کا پانی مانگیں۔ تو وہ کنوئے کا پانی اس وقت تک نہیں لا سکتا جب تک رسی۔ ڈول، چرخی۔ گلاس، کا بندوبست نہ کرے۔ حالانکہ آپ نے صرف پانی مانگا ہے۔ ڈول رسی وغیرہ کا ذکر ہی نہیں کیا۔ یا اس کا ثبوت اقتضاء النص کی وجہ سے ہے بلکہ پورا قرآن وحدیث اصول فقہ کا مقتضی ہے۔ مثلاً قرآن مجید میں حکم ہے فتحریر رقبۃ۔ کفارہ میں رقبہ کی آزادی کا ذکر ہے۔ اور یہ بات حدیث سے ثابت ہے کہ پرایا غلام آزاد نہیں کر سکتے۔ تو ضرور اس کے ساتھ مملوکۃ کی قید زیادہ کروگے اس نص نے مملوکۃ، کی زیادتی کا تقاضہ کیا۔ اصول فقہ کی اہمیت وضرورت کا صحیح اندازہ اس علم کے مطالعہ کے بعد ہی ہو سکتا ہے۔ جس کے بعد اس کے ایجاد پر دلیل طلب کرنے کی ضرورت تو درکنار سوال کی گنجائش ہی نہیں رہتی۔

اصول فقہ میں اختلاف کی مثالیں اصول فقہ کی کتابوں میں کتاب اللہ میں چار تقسیمات اور ان کی بیس اقسام ہیں۔ مثلاً خاص عام، مشترک، مؤول وغیرہ۔ اللہ تبارک وتعالیٰ کا فرمان ہے وَالْمُطَلَّقٰتُ يَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ ثَلٰثَةَ قُرُوْءٍ۔ ترجمہ اور طلاق دی ہوئی عورتیں اپنے آپ کو روکے رکھیں

تین حیض تک۔ قروؑ قرءٌ کی جمع ہے یہ لفظ مشترک ہے۔ اس کا اطلاق حیض اور طُہر دونوں پر ہوتا ہے امام شافعیؒ دیگر دلائل کی بنیاد پر اسی سے طُہر مراد لیتے ہیں۔ اور احناف اس سے اور خارجی دلائل کی بنیاد پر حیض مراد لیتے ہیں۔

حقیقت اور مجاز کی وجہ سے اختلاف

حقیقت ہر اس لفظ کا نام ہے جس سے اس کا معنیٰ موضوع لہٗ مراد ہو اور مجاز ہر وہ لفظ ہے جس سے معنیٰ موضوع لہٗ کے غیر کا ارادہ کیا گیا ہو جو لفظ کسی غیر معنیٰ موضوع لہٗ میں کسی علاقہ کی وجہ سے استعمال ہو تو اگر علاقہ تشبیہ کا ہے تو استعارہ کہلائے گا اگر علاقہ تشبیہ کے علاوہ ہو تو مجاز مرسل ہوتا ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد خداوندی ہے اولٰمستم النساء۔ ترجمہ یا تم نے بی بیوی سے قربت کی ہو۔ یہ معنیٰ مجازی ہے۔ حقیقی معنیٰ عورتوں کو ہاتھ سے چھوتے کے ہیں۔ امام شافعیؒ دونوں معنیٰ حقیقی اور مجازی مراد لیتے ہیں۔ اس لیے اس کے نزدیک عورت کو چھونے سے وضو ٹوٹتا ہے۔ احناف صرف معنیٰ مجازی لیتے ہیں۔ اس لیے ان کے نزدیک عورت کو چھوتے سے وضو نہیں ٹوٹتا۔

امام شافعیؒ کے نزدیک حقیقت اور مجاز جمع ہو سکتے ہیں جب کہ دونوں معنیٰ میں تضاد نہ ہو۔ ہاں اگر تضاد ہو تو پھر اس کے نزدیک بھی معنیٰ حقیقی اور مجازی جمع نہیں ہو سکتے مثلاً صیغہ امر سے وجوب اور اباحت دونوں مراد لینا۔

ظاہر، نص، مفسر اور محکم کی دلالت اپنے معنیٰ پر قطعی اور یقینی ہے۔ لیکن تعارض کے وقت نص کو ظاہر پر اور مفسر کو نص پر اور محکم کو مفسر پر ترجیح ہوگی۔ ایک مجتہد ظاہر سے استدلال کرے گا شاید دوسرے کو نص مل جائے۔ تو ضرور اختلاف ہوگا۔ اصول فقہ کی کتابوں میں اس کی نیت سے مثالیں ملتی ہیں۔

فقہاء کرام کے اختلاف کو سمجھنے کے لیے چند مثالیں عرض کر دی گئیں اس کی پوری حقیقت تک پہنچنے کے لیے علم اصول فقہ کا مطالعہ نہایت ضروری ہے۔ یہ اختلاف زیادہ تر فروع میں ہوتا ہے نہ کہ اصول میں اصول اور فروع کا فرق ملاحظہ فرمادیں۔ نصوص جو ہم تک پہنچی ہیں، ان کی چار قسمیں ہیں (۱) قطعی الثبوت اور قطعی الدلالۃ۔ یعنی جس کا ثبوت شارع سے یقینی ہو اور اپنے معنیٰ پر دلالت بھی قطعی ہو۔ مثلاً الھکم الہ واحد۔ ثبوت قطعی ہے کیونکہ قرآن کی آیت ہے اور اپنے معنیٰ پر دلالت بھی یقینی ہے اس طریقہ سے جو مسئلہ بھی ثابت ہوگا وہ اصولی مسئلہ کہلائے گا اس میں اختلاف کی کوئی گنجائش نہیں کیونکہ بات دو اور دو چار کی صراح واضح ہے۔

(۲) قطعی الثبوت اور ظنی الدلالۃ۔ ثبوت قطعی ہو لیکن دلالت اپنے معنیٰ پر ظنی ہو یقینی نہ ہو، جیسے ثلاثۃ قروء آیت قطعی ہے لیکن قرأ کی دلالت حیض یا طہر پر ظنی ہے کیونکہ لفظ مشترک ہے۔

(۳) ظنی الثبوت قطعی الدلالۃ وہ خبر اُحاد جن کی دلالت اپنے معنیٰ پر بالکل واضح اور قطعی ہو۔

(۴) ظنی الثبوت اور ظنی الدلالۃ ثبوت اور دلالت علی المعنیٰ دونوں ظنی ہوں۔ وہ خبر اُحاد جن کی دلالت اپنے

معنی پر ظنی ہو۔

ان آخری تینؔ قسموں سے جو مسئلہ ثابت ہوگا وہ فرعی مسئلہ کہلائے گا۔ ان سب میں اختلاف کی گنجائش ہے۔

لیکن یہ اختلاف راجح اور مرجوح کا ہوگا۔ اس میں دونوں طرف حق اور ثابت ہوتے ہیں۔ گویا حق متعدد ہے سب کچھ اختلاف الانظار کا نتیجہ ہے جو ایک فطری شی ہے ہر مجتہد کا اپنا ذوق اور طرز استدلال ہے، اصول اجتہاد جدا جدا ہیں۔ مجتہدین تو بہت گزرے ہیں، لیکن چار مکاتب فکر بہت مشہور ہیں جن کی فقہ مکمل طور پر مدون ہے اس لیے دنیا میں مسلمان صرف ان چاروں کی تقلید کرتے ہیں۔ یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ اختلاف کی وجہ سے مختلف مسلک بن گئے۔ کیا یہ سب برحق ہیں۔ کیا ان کے اندر تضاد نہیں۔ حق ایک ہے یا متعدد۔ اس کا عمدہ جواب فتاویٰ عزیزیہ میں شاہ عبدالعزیزؒ نے دیا ہے۔ فرماتے ہیں حق کی دوؔ قسمیں ہیں حق دائر اور حق متعین مثلاً دین اسلام حق متعین ہے اس کا غیر حق نہیں، مذہب حنفیؒ اور مذہب شافعیؒ حق دائر ہیں۔ حق دائر یہ ہے کہ وہ بھی حق اور اس کا غیر بھی حق ہو مثلاً روزہ اور افطار مسافر کے حق میں دونوں حق ہیں یعنی مسافر کے لیے روزہ رکھنا بھی جائز ہے اور نہ رکھنا بھی جائز ہے، نفل نماز میں قیام اور قعود دونوں جائز ہیں۔ منفرد کے لیے جہریہ نماز میں جہر اور اخفا دونوں جائز ہیں۔

ہاں ان کے اندر افضل اور غیر افضل ضرور ہیں۔ یہ حق دائر ہے فروعی مسائل جو گزشتہ تین قسموں سے نکلتے ہیں وہ سب حق دائر کی مثال کے زمرہ میں آتے ہیں مثلاً قرء سے حیض اور طہر لینا دونوں حق ہیں ان میں کسی معنیٰ کو غلط نہیں کہہ سکتے۔

حق متعین وہ ہے کہ اس کا غیر حق نہیں مثلاً اصل نماز فرض ہے۔ اس کا فرض ہونا حق اور اس کا نفل ہونا حق نہیں۔ حق دائر کی تمام شقیں اپنی حقیقت کے لحاظ سے ثابت ہیں لیکن برابر نہیں۔

مثلاً کفارہ یمین میں حق تین چیزوں میں دائر ہے۔ غلام آزاد کرنا کھانا دینا، کپڑے دینا۔ لیکن غلام آزاد کرنا سب سے افضل ہے نفل نماز بیٹھ کر اور کھڑے ہو کر پڑھنا دونوں طرح حق اور جائز ہے۔ لیکن کھڑے ہو کر پڑھنے کا ثواب زیادہ ہے بیٹھ کر پڑھنے سے۔

بعض مسائل میں حق ایک ہوتا ہے لیکن پتہ نہیں چلتا کہ حق کس طرف ہے۔ مثلاً کسی جانور میں اجتہادی حلت اور حرمت نکالنا ایک امام کے نزدیک حلال اور دوسرے کے نزدیک حرام ہوتا ہے ایسے جانور کے بارے میں یہ نہیں کہہ سکتے کہ حلال بھی ہے اور حرام بھی کیونکہ دونوں میں تضاد ہے ضدین جمع نہیں ہو سکتے۔ تیسری شق بھی نہیں نکل سکتی کہ نہ حلال ہو نہ حرام۔ ہر امام میں مصیب اور مخطی ہونے کا احتمال ہوتا ہے۔

اگر حقیقت میں حق ایک ہو جس کا پتہ بعد میں چلے یا نہ چلے اس کی مثال تحری ہے۔ مثلاً چار آدمیوں پر رات

کے اندھیرے میں قبلہ مشتبہ ہوا کسی کو بھی جہت قبلہ معلوم نہیں، ہر ایک نے سوچ و بچار سے کام لیا ہر ایک نے جہت تحری کی طرف رُخ کیا۔ سب کی نماز صحیح ہے حالانکہ حق ایک ہے اور ایک حق پر ہوگا تین مخطی ہوں گے۔ (۱) لیکن ان کی اجتہادی کوشش کی وجہ سے ان کی نماز بھی صحیح ہے اور ثواب بھی ملے گا۔ فرق صرف اتنا ہے کہ مصیب کو دوہرا اجر اور مخطی کو ایک اجر ملے گا۔

کیا یہ سب مجتہدین ایک نہیں ہو سکتے۔ جواب جب اختلاف کے اسباب موجود ہیں اور اختلاف الانظار بھی ہے۔ تو کیسے متفق ہوں گے۔

شیخ الحدیث مولانا محمد زکریاؒ کی کتاب اختلاف الائمہ سے چند وجوہات ذکر کی جاتی ہیں جن سے پتہ چلتا ہے کہ اختلاف کیوں ہوا۔

(۱) حضورؐ کے زمانہ میں احکامات پر عمل کرنے کے لیے فرائض واجبات سُنن اور مستحباب کی تفصیل نہ تھی۔ صرف قول اور فعل سے اُن کی تشریح ہوتی تھی۔ بعد میں مجتہدین نے چھان بین کر کے یہ اصطلاحات بنائیں۔

(۲) حضورؐ نے مجلس میں خاص حکم فرمایا۔ حُضار مجلس نے عام سمجھ لیا۔

(۳) حضورؐ کو متعدد لوگوں نے کوئی کام کرتے دیکھا۔ دیکھنے والوں نے اپنے اپنے فہم کے مطابق اس سے مطلب نکالا۔

(۴) حضورؐ کے بعض افعال کو دیکھنے والوں میں بعض نے اتفاقی اور طبعی سمجھا بعض نے تعبدی اور ارادی۔

(۵) احادیث میں اختلاف علت کی وجہ سے حکم مختلف ہو جاتا ہے لیکن اس سے مراد وہ علت ہے جو مجتہد اپنے ذوق سے نکالے مثلاً حدیث میں اشیاء ستہ کی حرمت کا ذکر ہے تفاضل کی صورت میں۔

(۶) احادیث میں بعض الفاظ لغوی یا اصطلاحی معنیٰ میں استعمال ہوتے ہیں کوئی لغوی معنیٰ لیتا ہے کوئی اصطلاحی مثلاً وضو کا اصطلاحی معنیٰ جو سب جانتے ہیں۔ اور لغوی معنیٰ صفائی اور ستھرائی ہے۔

(۷) حضورؐ نے کسی کام سے منع کیا۔ کسی نے اس کو واجب الاطاعت سمجھا بعض نے فضیلت۔

(۸) حضورؐ کے بعض ارشادات شفقتاً تھے۔ لیکن ان کو تعبدی اور ضروری سمجھا گیا۔

ایک ضروری وضاحت کرتا چلوں کہ فقہاء کرام کا یہ اختلاف باعث رحمت ہے مجتہدین کے سامنے اللہ اور اس کے رسول کے ارشادات تھے۔ وما جعل علیکم فی الدین من حرج۔ اور نہیں رکھی تم پر دین میں کچھ مشکل۔

یُرِیْدُ اللہُ بِکُمُ الْیُسْرَ لا یرید بِکُمُ العسر۔ اللہ چاہتا ہے تم پر آسانی اور نہیں چاہتا تم پر مشکل۔

حدیث ہے کہ بعثت بالحنفیۃ السمحۃ، میں آسان دینِ حنیفی (ابراہیمی) دے کر بھیجا گیا ہوں۔ اس طرح اور روایات ہیں کہ لوگوں کو خوشخبری سناؤ نفرت نہ دلاؤ اس طرح کی تمام نصوص کی روشنی میں مجتہدین نے اجتہاد کیا اور امت کے لیے عمل میں آسانی ہوگی۔ عمل کے لیے جو طریقہ آسان نظر آئے اس پہ عمل کرے۔ لیکن ایسا نہ ہو کہ خواہشات کی من مانی ہو۔ کیونکہ اس طرح زبردست نقصان ہوگا۔ مثلاً ایک آدمی کے بدن سے خون بھی نکلا اور عورت کو بھی مس کیا۔ ایسا آدمی یہ کہے کہ میں حنفی ہوں اس لیے عورت کے چھونے سے میرا وضو نہیں ٹوٹا۔ لیکن خون جو بدن سے نکلا تو کہنے لگا چلو امام شافعیؒ کے نزدیک وضو نہیں ٹوٹتا اس پر عمل کر لیں گے۔ یہ آدمی اب اگر نماز پڑھے تو کسی امام کے نزدیک بھی اس کی نماز نہ ہوئی۔ ایسا کیوں ہوا اس لیے کہ خواہشات کی وجہ سے تن آسانی ڈھونڈنے لگا۔ اس لیے علماء کرام کہتے ہیں کہ کس وقت مجتہدین کی تقلید ضروری ہے اختلاف فقہاء کی وجہ سے حضورؐ کی تمام ادائیں اور احادیث معمول بہا بن جائیں گی۔ کیونکہ مذاہب اربعہ کی تقلید کی وجہ سے ضرور کسی نہ کسی نص پر عمل ہوگا۔ ایک آدمی تمام نصوص پر نہیں چل سکتا۔

اگر کوئی کہے کہ ایک نماز میں آمین بالجہر کروں گا اور دوسری نماز میں اخفا کے ساتھ آمین کہوں گا تو دونوں حدیثوں پر عمل ہو جائے گا۔ یہ غلط ہے کیونکہ جہر اور اخفا کی حدیثیں ایک ہی وقت میں ایک ہی نماز کے لیے ہیں۔ اگر جہر کرے گا تو اخفا والی حدیث پہ عمل نہ ہوا اگر اخفا کرے گا تو جہر والی حدیث پہ نہ ہوا۔ پتہ چلا کہ ایک فرد پوری احادیث پہ عمل نہیں کر سکتا۔ ساری دنیا کے مسلمان مختلف مسلکوں پہ چلنے والے بن جائیں تو تمام احادیث پہ عمل ہو جائے گا۔

اختلاف علماء کی وجہ سے فکر و نظر کے اندر وسعت آتی ہے شریعت کے چھپے ہوئے راز اور حکمتیں کھلتی ہیں فکر منجمد نہیں ہوتی۔ اختلاف الانظار کی وجہ سے فکری قوتوں میں تیزی آتی ہے۔ نئے نئے مسائل کا حل دریافت ہوتا ہے آئے دن نئی فقہ مرتب ہوتی ہے۔ نئے مسائل کا حل نکلتا ہے۔ جس کی وجہ سے لوگوں پر اسلام کی حقانیت اور ابدیت ظاہر ہوتی ہے۔ کہ اسلام میں تمام مسائل کا حل موجود ہے یہ صرف زبانی دعویٰ نہیں بلکہ فقہ کی موجودہ تمام (عربی، اردو، فارسی) کتابیں ہمارے دعویٰ پر شاہد عدل ہیں۔ سچ فرمایا حضورؐ نے کہ اختلاف امتی رحمۃ۔

قارئین خط و کتابت کرتے وقت اپنے خریداری نمبر کا حوالہ ضرور دیا کریں۔

(ادارہ)

مولانا ولی خان چخرزئی

سنگاپور میں اسلام

اسلام کا جیسا ہی ظہور ہوا ایسا ہی تیزی و سرعت سے پھیلتا رہا۔ حتیٰ کہ بہت مختصر سی مدت یعنی ۲۳ سال میں پورا عربستان حلقہ بگوش اسلام ہوا۔ جوں جوں زمانہ کروٹیں لیتا رہا اسلام آفاقی حیثیت اختیار کرتا رہا۔ اور پھر دنیا کی آنکھوں نے اسلام کو سپریم قوت کی صورت میں بھی دیکھا اور آج بھی عالم اسلام محلاً و عملاً پوری دنیا کے قلب کی حیثیت رکھتا ہے جس طرح قلب تقریباً وسط جسم میں واقع ہے ایسی کیفیت عالم اسلام کی ہے۔ اور قلب چونکہ پورے بدن کو حیات بذریعہ خون مہیا کرتا رہتا ہے۔ ایسا ہی عالم اسلام روحانی حیات پوری دنیا کو مہیا کر رہا ہے ۔اسی کے نتیجہ میں دنیا کے کونے کونے میں اسلام اور مسلمانوں کا وجود ہے ۔اکثریت میں بھی یعنی پچاس فیصد سے زائد مسلمان جن ممالک میں ہیں اور اقلیت میں بھی یعنی پچاس فیصد سے زائد مسلمان جن ممالک میں پائے جاتے ہیں۔ ان ہی اقلیتوں میں سے مسلمانان سنگاپور ہیں ان کے اجتماعی، دینی، معاشرتی اور سیاسی حالات کی کچھ جھلکیوں کا خاکہ ذیل میں پیش خدمت ہے۔

محل وقوع

جنوب مشرقی ایشیا کا یہ جزیرہ جزیرہ نما ملایا کے انتہائی جنوب میں واقع ہے۔ اس کا رقبہ ۵۸۶ کلومیٹر ہے۔ آبادی ۷۶ فیصد چینی ۱۵ فیصد ملائی، ۷ فیصد ہندوستانی و پاکستانی تارکین وطن اور ۲ فیصد یورپی ہیں۔ دارالحکومت سنگاپور شہر ہے اور زبان ملائی، انگریزی، چینی اور تامل، ان میں سب سے زیادہ بولی جانے والی ملائی ہے۔ اکثر کا مذہب چینیوں کی بدھ مت، تاؤ اور کنفیوشس کے عقائد ہیں پاکستانی اور کچھ ہندوستانی مسلمان بھی ہیں۔ اس کے علاوہ کچھ ہندوستانی سکھ اور ہندو اور یورپی مسیحی ہیں۔ یہاں کا سکہ سنگاپوری ڈالر ہے۔ وسیع سطح مرتفع کے علاوہ سنگاپور کا بیشتر رقبہ زیریں نشیبی ہے۔ جس میں جنگلات اور دلدلوں کی بہتات ہے۔ اس ملک کا بہت بڑا علاقہ پہلے غرقاب تھا بعد میں سمندر سے خشک کرایا گیا ہے۔ چاول، ناریل اور اناناس اہم زرعی پیداوار ہے۔ معدنیات کا فقدان ہے۔ ہاں، صنعتیں بہت زیادہ ہیں۔ ملک میں پارلیمانی طرز حکومت رائج ہے۔ صدر ملک کا آئینی سربراہ ہوتا ہے جسے پارلیمنٹ منتخب کرتی ہے۔ وزیراعظم کاروبار حکومت چلانے کا ذمہ دار ہوتا ہے۔ ۶۰ ارکان پر مشتمل اس ملک کی پارلیمنٹ ۵ سال

کے لیے منتخب ہوتی ہے۔

تاریخی پس منظر سنگا پور کو انگریزوں کے عہد میں مشرقی ایشیا کی سب سے بڑی اور دنیا کی چوتھی بندر گاہ کا درجہ حاصل ہوا۔ صدیوں سے یہ جزیرہ غیر آباد تھا۔ ۱۸۱۹ء میں اس علاقے کو برٹش ایسٹ انڈیا کمپنی کے ایجنٹ نے قبضہ کیا۔ پھر دوسری جنگ عظیم میں جاپانیوں نے اس پر قبضہ جمایا۔ ۱۹۴۶ء میں اس کو ایک علیحدہ برطانوی کالونی کی حیثیت دے دی گئی۔ اور ۱۹۵۹ء میں اسے خود مختاری ملی۔

آئندہ سطور میں ہم اس ترقی یافتہ اور خود مختار مملکت میں مسلمانوں کی حالات پر کچھ روشنی ڈالیں گے۔

مجلس اسلامی سنگا پور سنگا پور ایک جمہوری ریاست ہے جس میں مختلف نسلوں اور مختلف ادیان سے تعلق رکھنے والے لوگ بستے ہیں۔ یہاں ہر ایک کو اپنے اپنے دین پر عمل کرنے کی کمل آزادی ہے۔ اپنی اپنی دعوت پھیلانے کی بھی اجازت ہے۔ ۲ ملین ۶ ہزار نفوس میں سے ۳ ہزار مسلمان ہیں (۱۵٪) پارلیمنٹ کے ارکان میں سے ۹ اراکین مسلمان ہیں جن میں ایک وزیر بھی ہوتا ہے جو مسلمانوں کے حالات اور اسلامی معاملات کا نگران ہوتا ہے۔

مجلس اسلامی سنگا پور ملک میں تمام مسلمانوں کی نمائندگی کرتی ہے۔ مساجد و مدارس کے علاوہ زکوٰۃ، فطرانہ اوقاف اور شادی بیاہ کے ساتھ ساتھ دینی تحریکوں اور اسلامی تنظیموں کی امور کی سرپرستی اس مجلس کی اہم ذمہ داریوں میں سے ہے۔ اس ملک کے مختلف شہروں میں ابتدائی مدارس بھی ہیں جن میں سے بعض میں تو پورا دن درس و تدریس کا سلسلہ جاری رہتا ہے اور بعض میں صبح کو یا پھر شام کو پڑھائی ہوتی ہے۔ علاوہ ازیں سنگا پور شہر میں کئی چھوٹی چھوٹی اسلامک سوسائیٹیز بھی ہیں جو ہر مسلمان کے معاملات کو سلجھانے میں ہمہ وقت مصروف رہتی ہیں۔

شاہ فیصل ہال سنگا پوری مسلمانوں کی ایک تنظیم جمعیتہ الدعوۃ الاسلامیہ مسلمانوں میں اتحاد و اتفاق، اخوت و یگانگت کے عظیم تر مفاد کے لیے رات دن کوشاں ہے۔ اس سلسلے میں ملک کے مختلف علاقوں میں بڑے بڑے ہال اور بہترین عمارات تیار کرائے گئے ہیں۔ جن میں خطبات، لیکچر، جلسے، محافل و مجالس اور مختلف النوع اجتماعات کرائے جاتے ہیں جس سے مسلمانوں میں دعوت و تبلیغ کے کام کو آگے بڑھانے اور مزید تیز کرنے کی رغبت پیدا ہوتی ہے اور اس کے لیے پروگرام ترتیب دیئے جاتے ہیں۔

انہی بڑے ہالوں میں ایک سب سے بڑا ہال شاہ فیصل ہال ہے جس میں ملک گیر اجتماعات اور کانفرنسیں ہوتی ہیں۔ نیز ان ہالوں میں اور ان کے علاوہ دوسری جگہوں میں کئی ٹیوشن سینٹرز کھولے گئے ہیں اور بعض جگہ تو باقاعدہ مدارس و مکاتب کا اہتمام ہے جس میں اعدادیہ (مڈل) ثانویہ (مساوی میٹرک) اور تحفیظ و تجوید پڑھائے جا رہے ہیں۔

عربی کی ترویج واشاعت

چونکہ عربی زبان نہ صرف ام اللغات ہے بلکہ قرآن واحادیث نبویہ علی صاحبہا الصلاۃ والسلام کی ترجمان ہے اور قرآن کریم میں اس زبان کے فضائل بیان کئے گئے ہیں اس لیے ان صفات وکمالات کو دیکھتے ہوئے مسلمانوں نے اس زبان کو عام کرنے اور اس کو سیکھنے سکھانے کا پورا پورا اہتمام کیا ہے۔ تاکہ وہاں کے مسلمان قرآن کریم اور اسلامی ضوابط وقوانین سے واقف ہوسکیں حتیٰ کہ ڈاک کے ذریعہ بھی عربی کی تعلیم کا سلسلہ قائم کیا ہوا ہے۔ ڈاک کے ذریعے باقاعدہ ایک نظام تعلیم کا انتظام کیا گیا ہے جس میں چھوٹے چھوٹے رسائل اور پمفلٹ بھیجے جاتے ہیں جن میں عربی اور ملادی لکھی ہوئی ہوتی ہے۔ ملادی کے ذریعے عربی درس ایسے پیرایوں میں لکھے گئے ہیں کہ اس میں عربی لکھنے اور ادا کرنے کا ڈھنگ بہت ہی سہل طریقے سے بیان ہوجاتا ہے نقشوں اور تصاویر کی مدد سے بول چال دکھائی اور سمجھائی گئی ہے۔ اس طریقہ تدریس کے طلباء کا آخر میں ملک بھر میں امتحان بھی ہوتا ہے۔

لائبریری

جمعیت کے مرکزی دفتر کے احاطے میں ایک عظیم الشان وسیع وعریض لائبریری ہے جس میں اسلامی کتابوں کا عربی انگریزی اور ملادی میں کثیر ذخیرہ پایا جاتا ہے۔ اس لائبریری میں کل کتابوں کی تعداد ۶۵۰۰ ہے لائبریری میں کتابوں کی ترتیب میں موضوعات کا لحاظ رکھا گیا ہے یہ لائبریری عام لوگوں کے لیے صبح تا شام کھلی رہتی ہے اس لائبریری میں عالم اسلام کے مختلف اخبارات اور رسالوں کا ذخیرہ بھی دستیاب ہے۔ کوئی شخص اگر کتابیں عاریت کے طور پر لے جانا چاہے تو اس کی بھی اجازت ہے۔

اس وقت سنگاپوری مسلمانوں کی فکر کرنے والوں کی اولین ترجیح دعوت وتبلیغ ہے کہ سنگاپور کے ہر فرد تک اسلام کا پیغام پہنچایا جائے۔ اسلام کی دعوت دی جائے اور اسلامی نظام کے محاسن بتلائے جائیں۔ اس مقصد کے حصول کے لیے مختلف لٹریچر ملادی انگریزی اور دوسری علاقائی زبانوں میں شائع کئے گئے ہیں۔ اور ان کو پھر پورے ملک میں گھر گھر تقسیم کرنے کا پروگرام بنایا ہے۔ اس کے علاوہ معلوماتی دلچسپ، معیاری اسلامی رسائل و ماہناموں اور ہفت روزوں کی باقاعدہ اور مسلسل نشر واشاعت کا اہتمام ہے تاکہ اسلامی نظریات وعقائد سے مسلمان وغیر مسلم سب واقف ہوجائیں۔ اجتماعی طور پر غریب مسلمانوں کے لیے زکوٰۃ، فطرانہ، اور صدقات جمع کیے جاتے ہیں اور مسلمانوں میں اس کی تقسیم ہوتی ہے۔ علماء خطباء اور اسلامی اسکالرز پیش آمدہ مسائل میں مسلمانوں کی رہنمائی کرتے ہیں۔

مسلمانوں نے تعلیم بالغان کا پورا پورا اہتمام کیا ہے۔ بعض علاقوں میں تو اس قسم کے ٹیوشن سینٹروں میں ایک سو تک تعداد پہنچتی ہے۔

مسلمانوں نے بیواؤں یتیموں اور بے کسوں کی پرورش کا انتظام ایسا کیا ہے کہ مذکورہ لوگ ماہانہ اپنے

حصص وصول کرتے ہیں مسلم کمیونٹی نے علاج معالجے کا یوں بندوبست کیا ہے کہ ڈاکٹروں کی تقرریاں کی گئی ہیں جہاں مسلم وغیر مسلم کو مفت علاج ومعالجے کی سہولت حاصل ہے۔ اسی طرح نومسلم مسلمان بھائیوں کے لیے بڑے بڑے جلسوں کو منعقد کیے جاتے ہیں جس میں ان کو مبارک باد دی جاتی ہے اور اھلاً وسھلاً کہا جاتا ہے۔ اور انہیں جنت کی بشارتیں اور دینوی طمانیت قلب کی خوشخبریاں دلائی جاتی ہیں نومسلموں کے لیے مختلف کلاسیں بھی قائم کی گئی ہیں۔ جس میں ان کو اسلام کے بنیادی عقائد اور فرض اعمال سکھائے جاتے ہیں اور ان کے مسائل سن کر ان کی امداد کی جاتی ہے۔

مسلمان عورتوں کے لیے روزگار فراہم کرنے کے سلسلے میں کئی جگہوں پر خواتین ٹیلرنگ ہاؤسز کا انتظام ہے۔ اس کے علاوہ گھریلو کام کاج اور پکوان کے طریقوں کی تعلیم بھی دی جاتی ہے تاکہ یہ مسلمان عورتیں حلال روزی کمانے کے ساتھ ساتھ اپنے بچوں کی تربیت اسلامی طور وطریقے پر کرسکیں۔ اور اپنے اپنے گھروں میں دینی ماحول پیدا کرنے میں اہم کردار ادا کریں۔

ماہنامہ بولیٹن وصوت الاسلام

عالم اسلام اور خصوصاً سنگاپور کے مسلمانوں کے احوال واخبار سے باخبر رکھنے کے لیے سنگاپور کے مسلمانوں نے ماہنامہ صوت الاسلام اور ماہنامہ بولیٹن کو جاری کیا ہے جو مسلسل کئی سالوں سے شائع ہو رہے ہیں علاوہ ازیں مختلف موضوعات پر پمفلٹ اور اشتہارات چھاپے جاتے ہیں جو ملک میں مفت تقسیم کئے جاتے ہیں۔ ایک کتاب جس کا نام (ٹینگ ٹانک) ہے جمعیت نے شائع کی ہے جو پورے ملک میں بار بار تقسیم ہوئی ہے جس میں اسلام کے بنیادی عقائد کلمہ، نماز، روزہ، زکوٰۃ اور حج کو بالتفصیل بیان کیا گیا ہے اس کتاب کا کچھ حصہ غیر مسلموں کو دعوت کے موضوع پر ہے۔

سالانہ عام میلہ

جمعیت دعوت اسلامی ہر سال اسلامی کتابوں کیسٹوں اور ویڈیو کیسٹوں کے علاوہ تمام اشیائے صرف کا عام میلہ لگایا جاتا ہے جس سے سنگاپور کے مسلمانوں کو مالی ودینی فوائد بہت زیادہ حاصل ہوتے ہیں۔

سالانہ اجتماع

سنگاپور میں ہر سال ایک اجتماع بھی ہوتا ہے جس میں عالم اسلام کے عظیم علماء، وکلاء، خطباء، دانشور اور اسکالرز شرکت کرتے ہیں اس اجتماع میں رجو کئی روز چلتا ہے) زندگی کے ہر شعبے سے تعلق رکھنے والے افراد شریک ہوتے ہیں اور زندگی کے ہر شعبہ سے متعلق مسائل پر تقریریں ہوتی ہیں سنگاپور میں اسلام کی اشاعت کی فضائیں موجود ہیں البتہ مسلمان ممالک، بڑے بڑے مسلم اداروں، علماء، زعماء، داعیان دین حنیف اور عام مسلمانوں کی طرف سے امداد، تعاون اور

(بقیہ صفحہ نمبر ۴۳)

بیان بوترابؓ

حافظ محمد ابراہیم فانی مدرس دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

مرحبا یہ ذکر و یادِ گل فشانِ بوترابؓ
مستقل تاریخ ہے گویا بیانِ بوترابؓ

وصف پر اس کے ہے ناطق یہ نرا ھم رکعاً
مرکزِ رشد و ہدیٰ ہے آستانِ بوترابؓ

فاطمہؓ بنت نبیؐ کے زوج ہیں وہ شبیر نر
اللہ اللہ کس قدر عالی ہے شانِ بوترابؓ

جن کی سیرت ہے بس اک آئینہ عشقِ رسولؐ
مشعلِ راہ ہے حیاتِ جاودانِ بوترابؓ

بارہا موجِ حوادث موت سے ٹکرا گیا
لائقِ تحسین ہے عزمِ جوانِ بوترابؓ

قوتِ بازو ہے اس کی فتحِ خیبر سے عیاں
"حیدرِ کرار" ہے بس ترجمانِ بوترابؓ

اپنے قاتل اور اعداء کر دیئے خود ہی معاف
سارے عالم سے نرالا ہے جہانِ بوترابؓ

خاکِ بطحٰی جن کی عظمت پر گواہ ہے جانِ من
ذرّے ذرّے کی زبان پر داستانِ بوترابؓ

وقتِ ہجرت بسترِ آقا ہوا جس کو نصیب
اوجِ عظمت پر ہے یارب کہکشانِ بوترابؓ

علم و حکمت کا سمندر اور ہے بحرِ سخا
چشمۂ جود و عطا ہے بس مکانِ بوترابؓ

رحم کر فانی پہ یارب چار یاروں کے طفیل
منقبت میری ہو یہ شایانِ شانِ بوترابؓ

جناب مولانا سمیع الحق

تعارف و تبصرہ کتب

توضیح السنن شرح آثار السنن للنیموی

"تالیف مولانا عبدالقیوم حقانی صفحات ۶۵۶
قیمت ۲۱۰ روپیے۔

ناشر: ادارۃ العلم والتحقیق دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک ضلع نوشہرہ۔

جامعہ دارالعلوم حقانیہ کے شعبہ "ادارۃ العلم والتحقیق" کی تازہ ترین علمی وتحقیقی اور تاریخی پیش کش "توضیح السنن شرح آثار السنن للنیمویؒ" پر جامعہ کے مہتمم حضرت مولانا سمیع الحق مدظلہ نے ابتدائیہ تحریر فرمایا ہے ذیل میں کسی جدید تبصرہ وتعارف کے بجائے انہی کی تحریر نذر قارئین ہے کہ ان کے تبصرہ کے بعد مزید کسی تبصرہ کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔

حدیث کے سلسلہ میں ائمہ احناف اور علماء دیوبند کا مسلک نکھرا ہوا اور صاف ہے اس میں بھی وہی جامعیت اور اعتدال کا عنصر غالب ہے جو دوسرے مقاصد دین میں ہے بنیادی بات یہ ہے کہ وہ حدیث کو چونکہ قرآن مجید کا بیان اور دوسرے درجہ میں مصدر شریعت سمجھتے ہیں اس لیے کسی ضعیف سے ضعیف حدیث کو بھی چھوڑنے کے لیے تیار نہیں ہوتے بشرطیکہ وہ قابل احتجاج ہو حتی کہ متعارض روایات کے سلسلہ میں بھی ان کی سب سے پہلی سعی اخذ وترک کے بجائے تطبیق وتوفیق اور جمع بین الروایات کی ہوتی ہے تاکہ ہر حدیث کسی نہ کسی صورت میں عمل میں آجائے متروک نہ ہو کیونکہ ان کے نزدیک سلسلہ روایات میں اعمال اولیٰ ہے اہمال سے۔ اس لیے حنفی مسلک بالخصوص علماء دیوبند کے حدیثی افادات میں زیادہ زور جمع روایات اور تطبیق وتوفیق پر دیا گیا ہے۔
چنانچہ اوجز المسالک، لامع الدراری، تقریر بخاری، الکوکب الدری، العرف الشذی، امانی الاحبار، فتح الملہم، انوار الباری، فیض الباری، بذل المجہود تعلیق الصبیح، انوار المحمود علی سنن ابی داؤد معارف السنن اور حقائق السنن وغیرہ اس پر شاہد عادل ہیں اور مولانا عبدالقیوم حقانی نے تو توضیح السنن میں مذکورہ تمام شروح حدیث کا عطر کشید کر کے رکھ دیا ہے توضیح السنن بھی آثار السنن کی طرح حدیث اور محدثین کے بارے میں مسلک علماء دیوبند کی ترجمان ہے۔
جس کے سرسری مطالعہ سے بھی یہ بات نکھر کر سامنے آجاتی ہے کہ علماء دیوبند کے مسلک میں محض قوت

سند یا صحیح معانی الباب ہونا اصل نہیں بلکہ بصورت جمع مناطِ حکم اور بصورتِ ترجیح تفقہ اصل ہے کیوں کہ صحتِ سند سے زیادہ سے زیادہ حدیث کے ثبوت کی پختگی معلوم ہو سکتی ہے لیکن یہ ضروری نہیں ہے کہ جو حدیث زیادہ ثابت ہو وہ اس دائرہ کا بنیادی فقہ بھی اپنے اندر رکھتی ہو۔ تطبیق بین الروایات اور جمع بین الروایات حنفیہ کا خاص اصول ہے جس پر وہ زیادہ زور دیتے ہیں تاکہ کوئی روایتِ حدیث چھوٹنے نہ پائے۔ مولانا حقانی نے توضیح السنن میں اس اصول کو اپنانے اور نبھانے کا پورا اہتمام کیا ہے البتہ جمع بین الروایات اور تحقیق وتنقیح مناط کی وجہ سے حنفیہ کے یہاں بلاشبہ توجیہات کی کثرت ہے کہ اس کے بغیر روایات باہم جڑ کر جامع نقشہ نہیں پیش کر سکتیں مگر یہ توجیہات تاویلات محضہ یا تخمینی باتیں نہیں بلکہ اصول اور نصوص سے موید ہونے کی وجہ سے تقریباً حدیث کی تفسیرات کے ہم پلہ ہوتی ہیں اسی لیے حدیث کے بارے میں علماء دیوبند کے مسلک کا عنصر وہی جامعیت واعتدال ہے جس میں نہ تشدد ہے نہ تساہل بلکہ وہ روایات کے ساتھ ساتھ تمام ائمہ کے اصول ساتھ لے کر چلتا ہے۔ ہمیں خوشی ہے کہ مرکز علم دارالعلوم حقانیہ، جو بقول حکیم الاسلام مولانا قاری طیب مرحوم کے دارالعلوم دیوبند کا بیٹا اور پاکستان میں ثانی دارالعلوم دیوبند ہے اپنے اکابر کے نقش قدم پر چل کر ان کے مسلک کی اشاعت وتوضیح پر کاربند ہے حقائق السنن کی طرح "توضیح السنن" بھی اس سلسلۂ اشاعتِ حدیث اور حدیث میں مسلک احناف کی توضیح کی ایک کڑی ہے۔

مولانا عبدالقیوم حقانی، شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ قدس سرہ العزیز بانی دارالعلوم حقانیہ کے تلمیذ رشید اور جامعہ دارالعلوم حقانیہ کے مایۂ ناز فرزند ہیں ان کے تصنیفی اور تالیفی اور علمی شغف کو دیکھ کر بلاشبہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ دارالعلوم اپنے مقصد میں پوری طرح کامیاب ہے انہیں قدرت کی توفیقات سے اکتسابِ فیض کے لیے گلشنِ حقانیہ کی خوشہ چینی نصیب ہوئی اور وہیں ان کو فیض رسانی کے لیے بھی چمنستانِ شیخ عبدالحق کی بہار بننا مقدر ہوا۔ اب انہوں نے آثار السنن پر جو قابل قدر کام کیا ہے، ائمہ حدیث اور مجتہدین کے طویل مباحث کا اختصار متعارض روایات میں تطبیق میں ائمہ احناف کی محنتوں کا عطر بالخصوص امام طحاوی کی نظر کو شریک کر کے اور اس کی دلنشین وضاحت کر کے انہوں طلبہ حدیث کے لیے کتاب کو بہت آسان کر دیا ہے۔ ہمیں مسرت ہے کہ ہم ۱۴۱۲ھ کے تعلیمی سال کے آغاز کے موقعہ پر تمام درجات کے طلبہ اور اساتذہ حدیث کی خدمت میں ایک بیش بہا اور انتہائی مفید شرح حدیث پیش کر رہے ہیں۔

میری دلی دعا ہے کہ باری تعالیٰ عزیز موصوف مولانا عبدالقیوم حقانی کی اس سعی کو قبول فرمادے اور ایسے حسنات کی مزید توفیقات رفیق فرمائے۔

(دستخط) سمیع الحق

مہتمم جامعہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک ضلع نوشہرہ سرحد پاکستان

عالم میں اِنتخاب
SHARBAT
ROOH AFZA
مصنوعی اَجزا سے تیار کی جانے والی
اَشیائے خورد و نوش کے منفی اثرات سے آگاہی کے
بعد نسلِ اِنسانی ایک بار پھر فطرت کے آغوش
میں پناہ تلاش کر رہی ہے۔
یہی وجہ ہے کہ قدرتی اجزا کا مرکب
رُوح افزا اپنی فطری تاثیر منفرد ذائقے اور
اعلا معیار کی بنا پر اقوامِ عالم میں
روز افزوں مقبولیت حاصل کر رہا ہے۔
رُوح افزا
ہمدرد
انٹرنیشنل
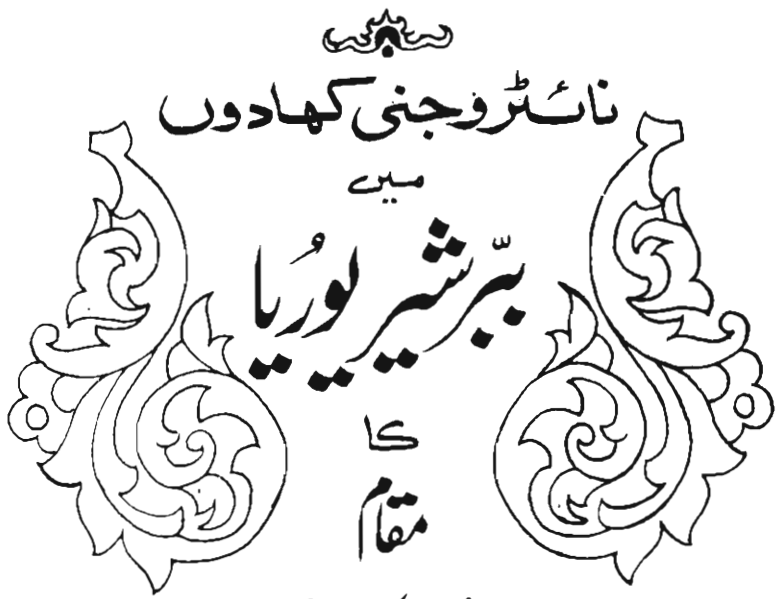
فرمانِ رسولؐ

حضرت علی ابنِ ابی طالب کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا۔
"جب میری اُمّت میں چودہ خصلتیں پیدا ہوں تو اس پر مصیبتیں نازل ہونا شروع ہو جائیں گی۔"
دریافت کیا گیا یا رسول اللہؐ! وہ کیا ہیں؟ فرمایا:

- جب سرکاری مال ذاتی ملکیت بنا لیا جائے۔
- امانت کو مالِ غنیمت سمجھا جائے۔
- زکوٰۃ جُرمانہ محسوس ہونے لگے۔
- شوہر بیوی کا مُطیع ہو جائے۔
- بیٹا ماں کا نافرمان بن جائے۔
- آدمی دوستوں سے بھلائی کرے اور باپ پر ظُلم ڈھائے۔
- مساجد میں شور مچایا جائے۔
- قوم کا رذیل ترین آدمی اس کا لیڈر ہو۔
- آدمی کی عزّت اس کی بُرائی کے ڈر سے ہونے لگے۔
- نشہ آور اشیاء کُھلم کُھلا استعمال کی جائیں۔
- مرد ابریشم پہنیں۔
- آلاتِ موسیقی کو اختیار کیا جائے
- رقص و سرود کی محفلیں سجائی جائیں
- اس وقت کے لوگ اگلوں پر لعن طعن کرنے لگیں۔

تو لوگوں کو چاہیئے کہ پھر وہ ہر وقت عذابِ الٰہی کے منتظر رہیں خواہ سُرخ آندھی کی شکل میں آئے یا زلزلے کی شکل میں یا اصحابِ سبت کی طرح صورتیں مسخ ہونے کی شکل میں۔ (ترمذی - باب علامات الساعۃ)